امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74

مورخہ ۱۳؍صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹؍اگست ۲۰۲۴ء روز سوموار

شمارہ نمبر-31

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ معاشرتی زندگی کی کامیابی کا راز
■ معاشرہ میں فکری اصلاح کی ضرورت
■ عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
■ انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات
■ غزوۂ تبوک میں صحابہ کرام کی بے نظیر فیاضی
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

وقف ایکٹ کی مجوزہ ترمیمات - اندیشے ومضمرات

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

وقف ایکٹ 1995 اور 2013 میں جو مجوزہ ترمیمات ہیں اور جسے بل کی شکل میں مرکزی کابینہ کی منظوری کے بعد وزیر برائے اقلیتی امور کرن رجیجو نے ۸؍اگست ۲۰۲۴ء کو پارلیامنٹ میں پیش کر دیا، حزب مخالف نے اس بل کی شدید مخالفت کی، پارلیامنٹ میں حکمراں جماعت نے اسے منظور کرانے کی پوری تیاری کر لی تھی، جبکہ انڈیا اتحاد کی پارٹیوں نے مدلل مخالفت کی تیاری کر رکھی تھی، سارا کھیل حکومت کا ان دو بیساکھیوں پر ٹکا ہوا تھا، جس میں سے ایک کی قیادت نتیش کمار کرتے ہیں اور لوگ جے ڈی یو سے جانتے ہیں، دوسری بیساکھی تیلگو دیشم پارٹی کی تھی، جس کی باگ ڈور چندرا بابو نائیڈو کے پاس تھی، جے ڈی یو کے نمائندہ للن سنگھ بل کی حمایت میں زبردست بیان دے چکے تھے، یہی وہ وقت تھا جب وزیر اعلیٰ بہار کو وقف بورڈ کے چیرمین اور وزیر اقلیتی فلاح صورت حال سے واقف کرا رہے تھے، لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی، آپسی صلاح ومشورہ سے جے ڈی یو اور تیلگو دیشم کے ارکان کو فوری طور پر یہ پیغام بھیجا گیا کہ وہ بل کی حمایت کے بجائے اسے ''جوائنٹ پارلیمانی کمیٹی'' کو بھیجنے کی رائے دیں، ادھر حزب مخالف بھی اس پر اڑا، مسلم پرسنل لا بورڈ کی وقف ایکٹ سے متعلق ترمیمات کی حقیقت سے ارکان پارلیمان کو واقف کرانے کی مہم بھی کام آئی، حکومت کو منہ کی کھانی پڑی اور مشترکہ پارلیمانی کمیٹی (JPC) کو مجوزہ ترمیمات غور وفکر کے لیے دے دیا گیا، پہلی بار ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کمیٹی بنانے میں کھیل نہیں کھیلا گیا ہے، اکتیس افراد پر ارکان پارلیمان اور راجیہ سبھا سے جو نام لیے گیے ہیں، اس سے اچھی توقعات بندھی ہیں، گو اس کمیٹی کا چیرمین بی جے پی کے جگدمبا پال کو بنایا گیا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داران تمام ارکان سے فردا فردا مل کر ان کے سامنے اوقاف کے بارے میں اسلامی موقف رکھنا چاہتے ہیں تاکہ جن دماغوں میں گرد بھری ہوئی ہے یا بھر دی گئی ہے اس کو صاف کیا جا سکے۔ JPC میں جب کوئی معاملہ ڈالا جاتا ہے تو عمومی روایت کے مطابق اسے سرد بستے میں ڈالنا کہتے ہیں، لیکن اس بل کے بارے میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ پارلیامنٹ کے سرمائی اجلاس سے پہلے اس کی رپورٹ آجانی چاہیے، ہو سکتا ہے اس کمیٹی کی مدت کار بڑھا دی جائے۔ سرکاری معاملات میں ایسا ہوتا رہا ہے اور یہ روایت انتہائی قدیم ہے، ہمیں اللہ سے بہتری کی دعا کرنی چاہیے اور مشترکہ پارلیمانی ارکان سے حقائق کے مطابق نتیجے تک پہونچنے کی امید رکھنی چاہیے۔

وقف ایکٹ 1995 اور 2013 میں جو مجوزہ ترمیمات بل کی شکل میں زیر غور ہیں اس کا تعلق وقف کے نام سے اس کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی حقیت، انتظام وانصرام، اختلافی صورت حال میں سماعت اور مقدمات کے تصفیے وقف کی آمدنی کے خرچ کرنے اور وقف بورڈ کے اختیارات کو کم کرنے جیسے بنیادی مسائل سے ہے، ان ترمیمات کی منظوری سے سب کچھ بدل کر رہ جائے گا، جن کاموں کے لیے وقف کیا گیا ہے اس کے علاوہ سرکار اپنی صوابدید سے وقف کی آمدنی کو خرچ کر سکے گی، اور اس کی آراضی کا استعمال وزیر اعظم رہائشی اسکیم کے لیے کیا جا سکے گا، یہ ایک نازک معاملہ ہے، اس لیے ان ترمیمات کا جائزہ ذرا تفصیل سے لینا چاہیے، بل میں درج ترمیمات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو دو لفظ سے ایکٹ میں اختلاف ہے، ایک تو ''وقف'' دوسرے ''مسلم'' چنانچہ جہاں جہاں یہ دو لفظ تھے ان کو ممکنہ حد تک بدلنے کی کوشش کی گئی ہے، جہاں ممکن نہیں ہوا وہاں اتنے الفاظ اس کے ساتھ جوڑ دیے گیے ہیں کہ اس میں حکومت کے ذریعہ من مانی کی راہ نکل آتی ہے، پہلے ''وقف ایکٹ مختصر سا نام تھا، اب اس کو بدل کر UNIFIED WAQF MANAGEMENT, EMPOWERMENT, EFICIENCY AND DEVELOPMENT رکھا گیا ہے، وقف ایکٹ میں شیعہ سنی تو پہلے سے ہی تھے، اب اس میں آغا خانی، اور بوہرہ وقف کو بھی شامل کر لیا گیا ہے، پہلے سات سے گیارہ ممبر ہوتے تھے، جو سب کے سب مسلمان ہوتے تھے، صرف چیرمین کے غیر مسلم ہونے کی گنجائش تھی، لیکن اب سات ارکان غیر مسلم ہو سکتے ہیں، بقیہ ممبران کا بھی مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ دو ارکان پارلیامنٹ اور ایک راجیہ سبھا کے رکن وقف بورڈ کے ممبر ہوں گے، ممبران کے لیے بل میں مسلم کی قید کا اضافہ نہیں ہے، اس لیے گنجائش بنتی ہے کہ یہ تینوں بھی غیر مسلم ہوں اور حکومت ان کو نامزد کر دے، البتہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے دو جج، ایک وکیل، چار ارکان قومی سطح کے مالیاتی ادارے، حکومت کے ایڈیشنل یا جوائنٹ سکریٹری یہ مسلمانوں میں سے ہوں گے، نیز دو خاتون ارکان کے بارے میں صاف لکھا گیا ہے کہ وہ غیر مسلم ہو سکتی ہیں۔ اور عہدے کی بنیاد پر جن کو ممبر بنایا جائے گا اگر وہ مسلم سماج سے نہیں پائے جائیں گے تو ان کی جگہ پر دوسرے بھی لیے جا سکتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اتر پردیش کیرالہ، کرناٹکا، تملناڈو اور دوسری ریاستوں میں دیگر مذاہب کے جو نیاس، خیراتی ادارے وغیرہ ہیں ان میں کوئی مسلمان ممبر نہیں ہو سکتا جس کی صراحت HINDU ENDOWMENT ACT HINDU RELLIGIOUS PLOUS ACT, GRUDWARA PARBANDHAK SAMITI موجود ہے، گردوارہ پربندھک کمیٹی، رام مندر ٹرسٹ وغیرہ میں کیا حکومت کسی مسلمان کو بحیثیت رکن شامل کرے گی یقیناً ایسا ممکن نہیں ہے تو مسلمانوں کے وقف میں کیوں غیر مسلم ارکان کو حکومت جگہ دینا چاہتی ہے۔

ریاستی وقف بورڈ کی تشکیل میں بھی ارکان بورڈ کے ذریعہ صدر کے انتخاب کی جگہ ریاستی حکومت کے ذریعہ چیئرمین کے نامزدگی کی بات کہی گئی ہے جبکہ ملک کی دیگر ریاستوں میں ہندو مذہب کی جائیداد، انتظام وانصرام میں حکومت کے دخل کی اجازت نہیں ہے اور کمیٹی میں ہندو ارکان کا ہونا لازم ہے تو پھر وقف قانون سے مسلم ہونے کی قید کیوں ہٹائی جا رہی ہے یہ انتہائی قابل غور مسئلہ ہے یہاں بھی ایکس آفیسیو کے علاوہ 7 سے 11 ممبر غیر مسلم ہو سکتے ہیں، ظاہر ہے جو لوگ ایک ملک، ایک انتخاب، ایک ملک ایک کرنسی کی بات کرتے ہیں ان کے نزدیک ایک ہی طرح کے معاملات میں دو طریقے کار کا کیا جواز ہوگا۔

ترمیمات میں Significance of Waqf کو حذف کر دیا گیا ہے جیسا کہ بل کے عنوان سے ظاہر ہے۔ اس بل میں اوقاف کی منقولہ وغیر منقولہ جائداد یا اس کے کسی خاص حصے کی منتقلی حکومتی اداروں کے ذریعے حکومت کو کی جا سکتی ہے حالانکہ راجندر سنگھ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق پہلے ہی اوقاف کی جائیداد کے بڑے حصے پر حکومت نے اپنے دفاتر، ہوٹل، وغیرہ بنا رکھے ہیں، جس سے اس کی وقف کی حیثیت ختم ہو کر رہ گئی ہے، اس ترمیم کو قبول کرنے کا مطلب ہوگا کہ ضلع مجسٹریٹ اور ریاستی حکومتوں کے عہدیدار اس بات کے مجاز ہو جائیں گے کہ وہ کسی بھی وقت اوقاف کی جائیداد کو حکومت کی ملکیت قرار دے کر اس پر قبضہ کر لیں۔

بل میں اوقاف کی جائیداد کو حکومت اپنی نگرانی میں رکھنے کے لیے اوقاف کا ایک ڈیٹا بیس یا پورٹل سسٹم بنائے گی جس میں رجسٹریشن کرنے کرانے، حساب کی دیکھ ریکھ، آڈٹ اور دیگر تفصیلات اوقاف اور وقف بورڈ سے متعلق اس میں موجود ہوں گی اور یہ مرکزی حکومت کے ذریعے کیا جائے گا۔

حالانکہ اوقاف کی جائیداد اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور مسلمانوں کے مفادات کے لیے ہے، اس لیے اس کو مرکزی حکومت کے بجائے مسلمانوں کے ذریعہ کنٹرول کیا جانا چاہیے۔ اوقاف کی حفاظت کا یہی ایک راستہ ہے، ورنہ حکومت نے جس طرح ونوبا بھاوے کی ''بھودان تحریک'' کے نتیجے میں حاصل شدہ آراضی کو برباد کر دیا کہ اب اس کا وجود ختم ہو کر رہ گیا ہے، اوقاف پر حکومت کے کنٹرول کا نتیجہ بھی یہی ہوگا۔ سیکشن-1 میں کلاز ''ک'' کے بعد نئے بل میں یہ اضافہ کیا گیا ہے۔

سیکشن 1 کے کلاز (R) میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اسی واقف کا وقف معتبر ہوگا جس کو اسلام لائے ہوئے پانچ سال گزر گئے ہوں یہ غیر ضروری شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اس مسلمان کو کسی طرح محنت کر کے گھر واپسی کے لیے تیار کیا جا سکے، حکومت کو شاید یہ معلوم نہیں کہ جو مسلمان ہو جاتا ہے، وہ عموماً پوری زندگی مسلمان ہی رہتا ہے، اس کا فیصلہ وقتی اور جذباتی نہ تو اپنے بارے میں ہوتا ہے اور نہ ہی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے بارے میں، یہ غیر ضروری اس لیے بھی ہے کہ اگر کوئی مذہب تبدیل کر کے ہندو مت اپنا لے اور کسی رفاہی کام کے لیے اپنی جائیداد دے تو حکومت یہ نہیں کہتی کہ ابھی اس کو ہندو مذہب میں آئے پانچ سال نہیں ہوئے ہیں، اس لیے اس کا یہ ''دان'' قبول نہیں کیا جا سکتا۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

اچھی باتیں

''انسان ایسا غافل منصوبہ ساز ہے کہ وہ ساری پلاننگ میں موت کو شامل ہی نہیں کرتا ☆ بول نہیں سکتے تو رو لیا کرو، وہ رب آنسو بھی پڑھتا ہے ☆ تلخ وہ تیر ہے جو شہد میں بھگو کر بھی مارا جائے تب بھی اس کی کڑواہٹ اور چبھن کم نہیں ہوتی ☆ لوگ ایسے منافق ہیں کہ دوسروں کی تکلیف کو اس کے گناہوں کی سزا کہتے ہیں اور اپنی تکلیف کو آزمائش ☆ خوف آپ کے دماغ کے سوا کہیں موجود نہیں ہے ☆ لوگوں سے انتقام مت لیا کریں؛ کیونکہ خراب پھل درخت سے خود بخود گر جاتا ہے ☆ کچھ لوگ آپ سے نفرت کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ آپ برے ہیں بلکہ اس لیے کہ آپ کی موجودگی ان کی موجودگی کو ختم کر دیتی ہے۔۔۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''2024 نے ملکی سیاست کے رخ کو بدل دیا ہے، ایک دہائی سے بھاری دہاڑ اور ناامیدی جھیل رہے حزب مخالف نے جوابی حملہ کرنے کا مزاج بنا لیا ہے، حالانکہ سیج جانے پر یہ امید نہیں کی جا رہی تھی کہ جوابی حملہ کرنے کی طاقت اس قدر مضبوط ہو جائے گی کہ حکمراں جماعت اپنے ارادے اور اپنی چالیں بدلنے پر مجبور ہو جائے، مثال کے طور پر ذات کی بنیاد پر مردم شماری اور سماج وادی نظریے کو یوں ہی ہٹا کر نظر انداز کر دیا گیا تھا، کہا گیا تھا کہ کانگریس جھوٹ بول رہی ہے اور مفت کی لالچ دے کر ووٹ خریدنا چاہتی ہے، لیکن اب دیکھیں کہ ان دنوں سیاست میں کیا ہو رہا ہے، جن معاملات کو بے معنی اور مذاق بتا کر خارج کر دیا تھا اس سے وہ فوری طور پر پلٹ گئی اور کئی کو لاگو کرنے کی سوچ رہی ہے تو کیا حزب مخالف اب حکومت کا ایجنڈا طے کرنے لگا ہے۔'' (دینک بھاسکر ۱۳؍اگست 2023)

اللہ کی باتیں —— رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

عقیدہ بگڑا تو سب بگڑا

”کیا تمہارا خیال تھا کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کر دیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہیں لائے جاؤ گے، تو اللہ جو حقیقی بادشاہ ہیں، بہت بلند و برتر ہیں، ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی فرش عظیم کے مالک ہیں“ (سورہ مومنون: ۱۱۵)

مطلب: خالق کائنات کی تخلیق کا کوئی جزو بے مقصد نہیں ہے، فضائے عالم میں اڑنے والے پرندے، دریاؤں میں تیرنے والی مچھلیاں، زمین کے اندر چلنے والے کیڑے اور زمین کے اوپر پھلنے اور پھولنے والے سرسبز و شاداب پیڑ پودے اور درخت سب کو ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا، یہ سب مخلوقات انسان کی خدمت کے لئے وقف ہیں اور انسان ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اللہ نے اس کو اپنی عبادت و بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، تاکہ وہ آخرت میں اللہ کے حضور جوابدہ ہو، ”ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرة“ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو، یعنی انسان کو اللہ نے یونہی مہمل پیدا نہیں کیا کہ وہ جس طرح چاہے زندگی گذارے، خواہشات نفس کے رو میں بہتا رہے اور اس پر اس کی باز پرس نہ ہو، اس لئے قرآن نے لفظ عبث استعمال کیا، عبث کہتے ہیں اس کام کو جو بغیر کسی مصلحت و حکمت کے کیا جائے، جس میں نہ حقیقۃً کوئی فائدہ ہو اور نہ حکماً، خود کلام ربانی سے اس لفظ کی تحقیق ہو جاتی ہے، ارشاد ہے: ”اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون“ (الشعراء) کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار کے طور پر عمارت بناتے ہو جس کو فضول اور بلا ضرورت بناتے ہو، ایسا نہیں ہے بلکہ ہر تعمیر صاحب تعمیر کے کسی نہ کسی مقصد کے تحت ہوتا ہے، اس لئے انسان کی تخلیق بھی ایک مقصد کے تحت ہے اور وہ ہے اللہ کی رضا جوئی حاصل کرنا، اس کی عبادت کرنا، اس کے ساتھ کسی معاملہ میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، آخرت کی نجات کا حقدار وہی شخص ہوگا جس نے اپنی زندگی کو اس کی راہ میں پوری طرح کھپا دیا، قرآن مجید نے اس زاویہ نظر کی بیخ کنی کر دی جو اس تصور کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں کہ بس دنیا کی زندگی ہی زندگی ہے، اس کے بعد جب انسان مر جائے گا تو اس کی ہڈیاں اور پسلیاں سڑ گل کر مٹی ہو جائے گی، ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب کو یکجا کر دے گا، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور روز محشر میں اس کو اپنے کرتوتوں کا حساب دینا ہوگا، اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کے ذروں کو جمع کر کے عذاب و ثواب دینے پر قادر ہے، اس لئے جو لوگ اعمال کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں وہ مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان و یقین رکھتے ہیں اور جو لوگ یہاں کی زندگی کو برائیوں میں گذارتے ہیں وہ موت سے گھبراتے ہیں، یاد رکھئے کہ یہ دنیا درحقیقت عمل کی جگہ ہے، اس کے نیک و بد کا فیصلہ سنائے جانے کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جہاں نیکوکاروں کو جنت میں جگہ ملے گی اور بدکاروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا، لہٰذا ہمارا خیال و عقیدہ اور ہر فکر و عمل اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر ہونا چاہئے، یہی مومن بندہ کا شیوہ ہے اور اسی میں کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

وقت کی قدر کیجئے

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، ایک صحت کی نعمت اور دوسری فرصت و فراغت کی نعمت“ (بخاری شریف)

وضاحت: اللہ کی بے شمار نعمتوں میں صحت و تندرستی ایک بڑی نعمت ہے جو آج صحت مند و توانا ہے ضروری نہیں کہ وہ کل بھی تندرست رہے، یا جس کو آج کچھ کرنے کا موقعہ ملا ہے کل بھی اس کو موقعہ مل جائے بلکہ عین ممکن ہے کہ کل اس کی مشغولیت بڑھ جائے اس لئے کسی کام کو کل پر ٹالنا کہ کل کروں گا، پرسوں کرونگا یہ دھوکے کی ٹٹی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ خسارہ اٹھاتے ہیں، اگر ہم نے وقت کی قدر کی اور فرصت کو غنیمت جانا اور اس کو کام میں لگایا تو یہی زندگی آخرت کا سرمایہ بن جائے گی اور اگر ہم نے اس کو لایعنی کاموں اور فضول باتوں میں ضائع کر دیا تو دنیا و آخرت میں نقصان کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، دنیا میں ہر نقصان کی تلافی اور ہر درد کا مداوا یقیناً ہے، مگر گذرے ہوئے وقت کا اعادہ اور اس کی تلافی ممکن نہیں، اس لئے ابھی جو صحت و فرصت ملی ہے اس کو صحیح طریقہ پر استعمال کرنا چاہئے، لایعنی اور بے فائدہ کاموں میں ضائع نہیں کرنا چاہئے، اس کے لئے صبح و شام تک کے لئے ایک نظام بنالیں اور سوتے وقت دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیں کہ جو نظام الاوقات تیار کیا تھا اس پر کس حد تک قائم رہے، دنیا کی تاریخ میں جن لوگوں کو بھی بلند رتبہ ملا ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وقت کی پابندی کی اور محنت کو اپنا دستور العمل بنایا، علامہ سیوطیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے زندگی بھر درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا، مگر اس کے باوجود انہوں نے نو سو کتابیں تصنیف کیں، ذرا سوچئے کہ ان کو یہ فرصت کیسے ملی اور کیونکر انہوں نے تاریخ عالم میں ایسے لافانی نقوش چھوڑے، علامہ نے اپنی زندگی کے ایک ایک منٹ کا نظام بنایا اور پوری دل جمعی اور پابندی کے ساتھ وقت کا صحیح مصرف نکالا، اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں کہ بلند رتبہ پانے والوں نے ایک ایک لمحہ کو قیمتی جانا اس کو تول تول کر خرچ کیا، صحت اور فراغت کے لحات کی قدر کی، آج بھی اگر فضولیات سے دامن بچاتے ہوئے وقت کا صحیح مصرف نکال لیں تو آنے والے دنوں میں ترقی کے زینے طے ہوں گے اور خوشحالی ہمارا استقبال کرے گی۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

مسلم لڑکے و لڑکیوں کا راکھی باندھنا اور بندھوانا

س: غیر مسلموں کا ایک تیوہار ہے 'راکھی بندھن' اس میں لڑکیاں اپنے بھائیوں کے ہاتھوں پر راکھی باندھتی ہیں اور بھائی ان کو اس کے بدلہ کچھ تحفہ دیتے ہیں، بہت سی مسلمان لڑکیاں بھی غیر مسلم لڑکوں کے ہاتھ پر راکھی باندھتی ہیں، اسی طرح مسلمان لڑکے غیر مسلم لڑکیوں سے راکھی بندھواتے ہیں ہیں، سوال یہ ہے کہ مسلمان لڑکے و لڑکیوں کا راکھی باندھنے یا بندھوانے کا عمل شرعاً درست ہے؟ کیا رواداری کے نام پر اس طرح کے عمل کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

ج: غیر مسلموں کا مذہبی شعار اختیار کرنا کسی مسلمان کے لئے قطعاً جائز نہیں ہے اور راکھی بندھن بھی غیر مسلموں کے مذہبی شعار میں ہے، اس لئے کسی مسلم لڑکی کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ کسی غیر مسلم لڑکے کے ہاتھ پر راکھی باندھے اور نہ ہی کسی مسلمان لڑکے کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی غیر مسلم خاتون سے اپنے ہاتھوں پر راکھی بندھوا کر غیروں کا مذہبی شعار اختیار کرے، ویسے بھی اسلام میں جب مسلم غیر محرم لڑکے و لڑکی کا قریبی رشتہ دار ہونے کے باوجود آپس میں فاصلہ بنائے رکھنے کا حکم ہے تو غیر مسلم لڑکے یا غیر مسلم لڑکی کے ساتھ اختلاط کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے، لہٰذا مسلمان لڑکے و لڑکیوں پر لازم ہے کہ اسلام کی اور نعمت ایمان کی قدر کریں، زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی نظام اور اسلامی احکام کو اپنے اوپر نافذ کریں، اپنے اسلامی تشخص کی حفاظت کریں اور غیر مسلموں کے مذہبی شعار کو اختیار کر کے اسلامی شناخت کو نہ کھوئیں، غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اچھی چیز ہے، کرنی چاہئے، اسلام اس سے منع نہیں کرتا، لیکن رواداری غیروں کے مذہبی شعار کو اختیار کرنے اور ان کے مذہبی رنگ میں رنگ جانے کا نام نہیں ہے، بلکہ اسلامی تشخص اور اسلامی شناخت کو باقی رکھتے ہوئے اسلامی قانون پر عمل کرتے ہوئے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کے دکھ، درد اور مصیبت میں کام آنے اور ان کی مدد کرنے کا نام ہے: ”وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ“ (ھود: ۱۱۳)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إن ھذہ من ثیاب الکفار فلاتلبسھا“ (الصحیح لمسلم: ۲/۱۹۳) ”عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم“ (سنن ابی داؤد: ۲/۵۵۹) (من تشبہ بقوم) قال الطیبی ھذا عام فی الخلق والخلق والشعار ولما کان الشعار اظھر فی التشبہ ذکر فی ھذا الباب قلت بل الشعار ھو المراد بالتشبہ لاغیر“ (مرقاۃ المفاتیح: ۴/۴۳۱)

شوقیہ بلی اور کتا پالنا

س: شوقیہ بلی اور کتا پالنا صحیح و درست ہے یا نہیں؟

ج: بلی پالنا شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ اس کی دیکھ بھال اور کھانے پینے کا خیال رکھا جائے: ”لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام إن الھر من متاع البیت لن یقذر شیئاً ولن ینجسہ، أخرجہ الزیلعی“ (معارف السنن: ۱/۳۲۹) البتہ بلاضرورت صرف شوقیہ کتا پالنا شرعاً جائز نہیں ہے، حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے جس میں تصویر ہو: ”عن أبی طلحۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لایدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولاتصاویر“ (صحیح البخاری: ۲/۸۸۰) اسی طرح دوسری حدیث میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص حفاظت یا شکار کے علاوہ کسی اور مقصد سے کتا پالتا ہے اس کے اعمال میں سے روزانہ ایک قیراط اور دوسری روایت میں ہے دو قیراط کے برابر ثواب میں کمی کر دی جاتی ہے: ”عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أمسک کلبا فانہ ینقص من عملہ قیراط الا کلب حرث أو ماشیۃ“ (صحیح البخاری: ۱/۳۹۲، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب اقتناء الکلب للحرث)

”عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اقتنی کلبا الا کلب ماشیۃ أو ضاری نقص من أجرہ کل یوم قیراطان“ (الصحیح لمسلم: ۲/۲۱)

خرگوش کے گوشت کا حکم

س: خرگوش کا گوشت کھانا کیسا ہے، کیا جنگلی اور پالتو خرگوش کے حکم میں کوئی فرق ہے؟

ج: خرگوش نہ تو درندہ جانور ہے اور نہ ہی مردار و غلاظت کھاتا ہے بلکہ گھاس اور دانہ کھانے والا حلال جانور ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام سے اس کا گوشت کھانا ثابت ہے، لہٰذا خرگوش خواہ پالتو ہو یا جنگلی اس کا گوشت کھانا شرعاً جائز و درست ہے: ”عن انس رضی اللہ عنہ قال: انفجنا ارنبا بمر الظھران، فسعی القوم فلغبوا، فأدرکتھا فاخذتھا فاتیتھا بھا أبا طلحۃ فذبحھا وبعث إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بورکھا أو فخذ بھا قال فخذ بھا لاشک فیہ، فقبلہ، قلت وأکل منہ؟ قال وأکل منہ ثم قال بعد قبلہ“ (الصحیح البخاری: ۱/۳۵۰، کتاب الھبۃ، باب قبول ھدیۃ الصید)

”ولاباس باکل الأرنب لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل منہ حین اھدی الیہ مشویا وأمر اصحابہ رضی اللہ عنھم بالأکل منہ، ولأنہ لیس من السباع ولامن اکلۃ الجیف فأشبہ الظبی“ (ھدایہ: ۴/۴۴۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 31 مورخہ ۱۳/ صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹/ اگست ۲۰۲۴ء روز سوموار

آمریت کے خلاف نوجوانوں کی تحریکات

بنگلہ دیش کی آمریت پسند حکمراں شیخ حسینہ واجد کے اقتدار کے زوال میں نوجوان تحریک کاروں کا بڑا رول رہا ہے، ہاتھ چاہے امریکہ کا ہو یا برطانیہ کا، منصوبے پاکستان نے بنائے ہوں یا چین نے، اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ افرادی قوت وہاں کے طلباء اور نوجوان بنے، اور انہوں نے مضبوط حکمراں حسینہ واجد کو اس طرح اکھاڑ پھینکا جیسے گھاس پھوس اکھاڑ دیے جاتے ہیں، یہی حال وہاں کے چیف جسٹس کا ہوا، انہیں ملک چھوڑنا تو نہیں پڑا، لیکن استعفیٰ دے کر الگ ہو جانا پڑا، وہاں کی عبوری حکومت چاہتی ہے کہ ہندوستان شیخ حسینہ کو بنگلہ دیش واپس کرے، تاکہ ان کے کرتوتوں کی سزا انہیں دی جاسکے۔

اس واقعہ نے لوگوں کو دوسری نوجوان تحریکوں کی بھی یاد دلانے کا کام کیا ہے، ہندوستان میں آج سے 50 سال پہلے نوجوانوں نے گجرات میں "نونرمان اندولن" کے نام سے تحریک چلائی تھی اس تحریک نے جو برگ و بار لائے اس کی وجہ سے گجرات ہندوستان کی ترقی یافتہ ریاست بن کر کھڑا ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ سیاسی اور معاشی بالادستی پورے طور پر اس وقت گجرات کو ہی حاصل ہے۔

اسی طرح مکمل انقلاب (سمپورن کرانتی) عبد الغفور صاحب کی وزارت کے زمانے میں نوجوانوں کا ہی برپا کیا ہوا تھا، جسے جے پی اندولن کے نام سے جانا جاتا ہے، اس سے قطع نظر کہ وہ تحریک انقلاب برپا کرنے کے لیے تھی، یا بہار میں آزادی کے بعد پہلے مسلم وزیر اعلیٰ کو ہٹانے کی غرض سے، اس تحریک کے اثر سے نئے سیاسی لیڈران پیدا ہوئے، اور آج آر جے ڈی ہو یا جے ڈی یو، بلکہ اور کئی پارٹیوں کی قیادت جن لوگوں کے ہاتھ ہے، وہ سب اسی جے پی اندولن کی پیداوار ہیں، جس کی قیادت ان دنوں جے پرکاش نارائن کر رہے تھے، بہار کی تاریخ میں سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے پہلی بار طلبہ اور نوجوانوں کا استعمال مہامایا پرشاد کے زمانہ میں کیا گیا تھا، اور دوسری بار جے پی اندولن میں، اس کے بعد سیاسی پارٹیوں نے طلبہ اور نوجوانوں کی طاقت کو محسوس کیا اور نوجوانوں کا ایک ونگ الگ سے بناڈالا، گاہے بگاہے موقع بموقعہ سیاسی حضرات ان کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔

ہندوستان سے باہر نکلیں تو "عرب بہاریہ" نے کئی مسلم ممالک میں تختہ پلٹ کا کام کیا، جس کا آغاز تیونس سے ہوا تھا، پھر دیکھتے دیکھتے یہ مغربی ایشیا کے بہت سارے ممالک میں پھیلتا چلا گیا، اس کے پیچھے عوام کے ساتھ نوجوانوں ہی کی اصل قوت تھی، لیبیا، یمن، شام، بحرین اور لبنان جیسے ملکوں میں نوجوان سڑکوں پر آئے انہوں نے اپنے جان گوائی، حسنی مبارک کو مصر میں اقتدار سے بے دخل کیا، لیبیا کے معمر قذافی کو حکومت چھوڑنی پڑی، اور بعد میں انہیں قتل کیا گیا، یہ آندھی اس قدر شدید تھی کہ اس کے جھونکے مراکش، عراق، الجیریا، لبنان، اردن، کویت، عمان، سوڈان اور کسی حد تک سعودی عرب میں بھی محسوس کیے گئے، یہ تحریک ایک محدود علاقہ میں ہی چل رہی تھی، لیکن دنیا کے کئی حکمرانوں کے دل اس تحریک سے دہل رہے تھے کہ کہیں وہ بھی اس کی چپیٹ میں نہ آجائیں، کیونکہ یہ دور موبائل، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا ہے، اس لیے تحریک کو جلد منظم کر لینا بہت دشوار کام نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی واقعہ ہوتا ہے تو حکومت سب سے پہلے انٹرنیٹ بند کرتی ہے، تاکہ سوشل میڈیا کی کارکردگی ٹھپ ہو کر رہ جائے، انٹرنیٹ کی مدد سے لوگوں کو جوڑنا آسان ہوتا ہے، متحد کر کے انہیں احتجاج و مظاہرہ کی جگہ پر آسانی سے جمع کیا جاسکتا ہے جو لوگ نہیں آپاتے وہ بھی لائک، کمینٹ اور پیغام کو دوسرے کے پاس منتقل (فارورڈنگ) کر کے اپنی حصہ داری نبھاتے ہیں۔

نوجوانوں کو سڑک پر اترنے کا سبب ان کی بے روزگاری کو قرار دیا جاتا ہے، اور تجویز یہ رکھی جاتی ہے کہ انہیں روزگار سے لگا کر ان کے بھڑکے جذبات کو ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے؛ حکومت کی توجہ اس طرف ذرا کم ہی ہوتی ہے، نوجوانوں کے جذبات برانگیختہ اور ان کے احساسات شدید ہو جائیں، تو پھر وہ کسی کی سننے کو تیار نہیں ہوتے اور کبھی کبھی فائدہ کے ساتھ اس کا نقصان بھی بہت ہو جاتا ہے، جیسا بنگلہ دیش میں عبوری حکومت کے قیام کے باوجود فساد تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔

یمن کے امن کے ایک داعی نے کہا تھا کہ نوجوان خود ایک انقلاب ہیں، انہیں روکا نہیں جاسکتا، ان پر ظلم نہیں کیا جاسکتا، اور انہیں چپ بھی نہیں کرایا جاسکتا، بات بالکل صحیح ہے ان کے اندر گرم خون ہوتا ہے، وہ ملک کے مستقبل ہوتے ہیں ان کا دماغ زرخیز ہوتا ہے، اسلام میں بھی نوجوانوں کو اہمیت دی گئی ہے، اور دین کے راستے میں جدوجہد کے نتیجے میں عرش کے سائے میں انہیں جگہ ملنے کی بات کہی گئی ہے، یہ بڑی بات ہے کہ ان کا شمار ان سات افراد میں کیا گیا ہے، جو اس دن عرش کے سائے میں ہوں گے، جس دن کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔

نوجوانوں کی اسی قوت و طاقت کی وجہ سے بنگلہ دیش کے حالیہ انقلاب کے بعد کئی سیاسی قائدین نے یہ بات دہرائی ہے کہ ہندوستان میں بھی بنگلہ دیش جیسے احوال پیدا ہو سکتے ہیں کیونکہ ایک خاص طبقہ اور پارٹی کی طرف سے ملک کو آمریت کی طرف لے جانے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ داخلی آمریت اور بے روزگاری جوانوں کو کسی رخ پر ڈال سکتی ہے۔

ہنڈن برگ کے انکشافات

امریکہ میں سرمایہ کاری کے معاملات اور تجزیہ کے لیے ایک تحقیقاتی ادارہ ہے، جسے "ہنڈن برگ" کے نام سے جانا جاتا ہے، اس نے چند روز قبل سوشل میڈیا پر مختصر پیغام شائع کیا کہ "ہندوستان میں کچھ بڑا ہوگا" اس چھوٹے سے جملے نے ہندوستان کی کمپنیوں میں کھلبلی مچا دی، کیونکہ اس سے قبل 2023 میں ہنڈن برگ نے اڈانی تجارتی گروپ کے فرضی شیئر اور اس کی میں بے اصولی، بے ضابطگی، فرد خنگی وغیرہ کی پول کھولی تھی تو اڈانی گروپ کے حصص دام اوندھے منہ گر گئے تھے اور کمپنی کو اربوں روپے کا نقصان ہوا تھا، کمپنی کے مالکان عالمی بازار میں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہ گئے تھے، اور اگر اڈانی مودی جی کے دوست نہ ہوتے تو کہیں کے نہیں رہتے، وہ تو وزیر اعظم کی دوستی وقت پر کام آگئی اور حزب مخالف کے بڑے مطالبے کے باوجود مودی جی نے اڈانی معاملہ پر اپنی زبان نہیں کھولی، اور نہ ہی جانچ کروایا، بعد میں سپریم کورٹ نے بھی انہیں "کلین چٹ" دے دیا ایسے میں اس بار سب کو تشویش تھی کہ اب کی بار ہنڈن برگ کی جھولی سے کیا نکلتا ہے اور کس پر گاج گرتی ہے۔

بدقسمتی سے ہنڈن برگ کی جھولی سے اس بار بھی اڈانی گروپ پر ہی گری، ایجنسی نے دعویٰ کیا کہ اڈانی گروپ اور سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج بورڈ آف انڈیا (سی بی) کی صدر نشین (چیئر پرسن) مادھوی پوری بچ کے درمیان سازباز ہے اور مادھوی اور ان کے شوہر دھول بچ کے اڈانی دو آف شور کمپنیوں میں حصص ہیں، رپورٹ میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ اڈانی گروپ کے خلاف سی بی نے اس لیے کاروائی نہیں کی کیونکہ مادھوی پوری بچ نے ان دونوں کمپنیوں میں سرمایہ کاری کر رکھی ہے، یہ سرمایہ کاری ان دونوں نے 2015 میں کی تھی، برموڈا اور ماریشش میں آف شور فنڈز میں سرمایہ لگایا تھا، جس کا استعمال اڈانی گروپ نے مالیاتی بازار میں ہیرا پھیری کے لیے کیا، یہ مالی بدانتظامی کارپوریٹ کی تاریخ میں سب سے بڑا فراڈ اور فریب کاری تھی۔

مادھوی پوری بچ کے پاس اپریل 2017 سے مارچ 2022 تک سنگاپور واقع اگورا پارٹنرز نامی آف شور کنسلٹنگ فرم میں صد فیصد حصہ داری تھی، جب وہ سی بی کی صدر نشیں بنیں تو انہوں نے دو ہفتہ کے بعد اپنے تمام حصص اپنے شوہر کے نام منتقل کر دیا، تاکہ ان پر کوئی آنچ نہ آئے۔

اس کے پہلے جب مادھوی سی بی کی رکن بنی تھیں ان کے شوہر نے ماریشش کے فنڈ ایڈمنسٹریٹر ٹرائیڈنٹ ٹرسٹ کو ایک خط کے ذریعے مطلع کیا تھا کہ وہ اکاؤنٹس آپریٹ کرنے کے واحد مجاز ہیں، اس پورے ڈرامہ کا یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ مادھوی کے سی بی رکن کے طور پر کام کرنے کے زمانہ میں ہی 2019 میں ان کے شوہر دھول بچ کو بلیک سٹون کا سینئر مشیر مقرر کر لیا گیا تھا، حالانکہ دھول بچ کے پاس کبھی کسی فنڈ، ریئل اسٹیٹ یا کیپیٹل مارکیٹ کا تجربہ نہیں تھا، انہوں نے اس سے قبل کی زندگی یونی لیور کمپنی میں پروکیورمنٹ اور سپلائی چین میں کام کرتے ہوئے گزاری تھی۔

مادھوی پوری بچ کے شوہر اور اڈانی گروپ کو اس کی تردید کرنی تھی، سو تینوں نے اسے بے بنیاد اور کردار کشی کی کوشش قرار دے کر دامن جھاڑ لیا ہے، اڈانی گروپ نے اسے دستیاب معلومات کا غلط استعمال اور حقائق و ضوابط کو نظر انداز کرنے کے مترادف قرار دیا ہے؛ لیکن سرمایہ کاری کرنے والے اس تردید کو صحیح ماننے کو تیار نہیں ہیں، اس لیے اس رپورٹ کے بعد عالمی مارکیٹ میں حصص کے دام تیزی سے گرے اور سرمایہ کاروں کے کروڑوں روپے اس اتھل پتھل کی نظر ہو گئے۔

مالیاتی بازار میں اڈانی گروپ کی خستہ ہوتی حالات کے علاوہ اس انکشاف نے سیاسی ہلچل ملک میں پیدا کر دی ہے، انڈیا اتحاد کی پارٹیوں نے پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی سے اس سازباز کی جانچ کا مطالبہ شروع کر دیا ہے، جانچ میں شفافیت ہو، اس کے لیے سی بی کی چیر پرسن مادھوی کو ہٹانے کی مانگ بھی زور پکڑ رہی ہے، کہنے والے تو یہاں تک کہتے ہیں کہ مادھوی کو سی بی کی سربراہی دلانے میں اڈانی کا بڑا ہاتھ تھا۔ کانگریس اس مسئلہ پر سڑکوں پر آنے کا اعلان کر دیا ہے۔

اس سلسلے میں کیا کچھ ہوگا یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا لیکن چھوٹے سرمایہ کاروں کی جو رقم ڈوب گئی اور جو نقصان ان کو اٹھانا، اس کی تلافی نہ ہنڈن برگ کر سکے گا اور نہ اڈانی گروپ، مارے ہر معاملہ میں غریب جاتے ہیں، اس بار بھی کچھ ایسا ہی ہوتا دکھ رہا ہے۔

پیرس اولمپک کا سبق

پیرس اولمپک اختتام پذیر ہوا، ایک رجت اور پانچ کانسے کے تمغے کے ساتھ ہمارے کھلاڑی ہندوستان لوٹ آئے ہیں، ٹوکیو اولمپک میں ہندوستان نے سات تمغے حاصل کیے تھے، اس میں ایک گولڈ دو رجت اور چار کانسے کے تمغے تھے، اس بار ہماری کارکردگی بہت اچھی نہیں رہی، اس کی وجہ خاتون پہلوان ونیش پھوگاٹ کو نا اہل قرار دیا جانا بھی تھا، اگر صرف 100 گرام وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں نا اہل نہیں قرار دیا جاتا، تو ہم تعداد کے اعتبار سے ٹوکیو میں حاصل تمغات کی برابری کر لیتے، ونیش پھوگاٹ اس حادثے سے اس قدر ٹوٹ گئیں کہ انہوں نے کشتی سے سنیاس لینے کا اعلان کر دیا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ پہلوان امن سہراوت کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا، ان کا وزن کھیلنے کے ایک دن پہلے تک چار کیلو زائد تھا، لیکن ان کے کوچ نے ایک دن اور ایک رات اس قدر ورزش کرائی کہ ان کا وزن مقررہ وزن سے 50 گرام مزید کم ہو گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھوگاٹ کے کوچ نے ان کو وہ محنت نہیں کرائی جو امن کے کوچ نے کرا دیا تھا، اس لیے ان کا وزن صرف 100 گرام زائد رہ گیا اور ہندوستان کے آواز اٹھانے کے بعد بھی ان کا کھیل میں شامل کیا جانا ممکن نہیں ہو سکا، پورے ہندوستان نے اس حادثہ کا سوگ منایا، وزیر اعظم تک نے پھوگاٹ کی حوصلہ افزائی کی، لیکن ٹوٹا ہوا دل جڑتا نہیں ہے۔

اولمپک نے کھیل کو کھیل کے جذبہ سے کھیلے جانے کی وجہ سے بھی تاریخ رقم کی ہے، ارشد ندیم پاکستان نے بھالا پھینکنے میں گولڈ مڈل حاصل کیا اور ہندوستانی کھلاڑی نیرج چوپڑا نے رجت جیتا، دونوں کی ماں سے مسرت کے ان لمحات کے بارے میں پوچھا گیا، تو دونوں کی ماؤں نے کھیل کے جذبہ کو آگے بڑھانے کا کام کیا، نیرج کی ماں سے پوچھا گیا کہ ندیم نے آپ کے بیٹے کو شکست دی، آپ کا کیا کہنا ہے، اس نے کہا کہ ارشد ندیم بھی میرا بیٹا ہے، میں چاہتی تھی کہ میرا بیٹا گولڈ مڈل حاصل کرے، لیکن مجھے اس کا غم نہیں ہے کہ نیرج کو گولڈ مڈل کیوں نہیں ملا، جب ارشد کی ماں سے پوچھا گیا، کہ آپ کیسا محسوس کرتی ہیں تو ارشد کی ماں نے کہا کہ میرا بیٹا گولڈ مڈل پایا، مجھے خوشی ہے، لیکن میری تمنا ہے کہ خوشی کا یہ موقع نیرج کے لیے بھی آئے، آخر وہ بھی تو میرے بیٹے کی طرح ہے، دونوں ماؤں نے میڈیا اور ٹی وی چینلوں کے منہ پر اس قدر زناٹے دار تمانچہ رسید کیا ہے کہ اس کی جلن اور کسک دیر تک اور دور تک وہ سب محسوس کریں گے؛ اس لیے کہ ہمارا میڈیا تو ہندوستان، پاکستان کے درمیان ہونے والے کھیل کو نفرت اور عداوت میں تبدیل کرنے میں دنیا بھر میں مشہور ہے۔

یہ اولمپک نشانے باز خاتون منو ہر بھاکر کے لیے بھی یادگار رہے گا، جس نے دو مڈل حاصل کیے، ایک انفرادی نشانہ بازی میں اور دوسرا سربجوت کے ساتھ۔

اولمپک ختم ہو گیا، جیتنے والے کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی خوب کی جارہی ہے، کی جانی بھی چاہیے، لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ہمارے کھلاڑی چھوٹے چھوٹے ملکوں سے بھی کیوں ہار جاتے ہیں، ہمیں کھلاڑیوں کو تیار کرنے، ان کی کوچنگ اور زیادہ سے زیادہ سہولت فراہم کرنے پر غور کرنا چاہیے؛ تاکہ ہمارا مظاہرہ اچھا ہو سکے اور ہم دوسرے بڑی تعداد میں تمغہ جیتنے والے ملکوں کی کے صف میں کھڑے ہو سکیں۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مفتی شکیل احمد صاحب سیتاپوریؒ

نامور خطیب دارالعلوم دیوبند، مدرسہ محمودیہ سروٹ ضلع مظفر نگر، جامعہ رحیمیہ مہدیان دہلی، دارالعلوم حیدرآباد تلنگانہ، مدرسہ ضیاء العلوم تمبور، دارالعلوم بستی، دارالعلوم زکریا دیوبند اور دارالعلوم زکریا ٹرانسپورٹ نگر مراد آباد کے سابق استاذ حضرت مولانا مفتی شکیل احمد صاحب سیتاپوری کا ۲۴/جولائی ۲۰۲۴ء ڈھائی بجے شب اسی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، تدفین اسی دن عیش باغ لکھنؤ کے قبرستان میں بعد نماز عصر جنازہ کے بعد ہوئی، پس ماندگان میں چار بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔

مولانا مفتی شکیل احمد بن حاجی اسماعیل خان بن حسین علی خان کی ولادت لکھنؤ سے نواسی (۸۹) کلومیٹر دور قصبہ تمبور، ضلع سیتاپور میں ۱۳۶۷ھ مطابق مارچ ۱۹۴۸ میں ہوئی، آپ کی والدہ کا نام آمنہ خاتون تھا، خاندان میں شرافت بھی تھی اور مالداری بھی، والد صاحب کی تمبور میں ہی مرکزی جگہ پر کپڑے کی دوکان تھی۔

مفتی صاحب کی ابتدائی تعلیم ان کے آبائی وطن تمبور کے مدرسہ ضیاء العلوم میں ہوئی، عربی سوم تک کی تعلیم یہیں حاصل کی، یہاں آپ کے اساتذہ میں مولانا سمیع الدین قاسمی، مولانا احمد علی شاہ، حاجی محمد اسماعیل اور مولانا انور شاہ وغیرہ کے اسماء گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں مدرسہ نورالعلوم بہرائچ تشریف لے گئے، صرف ایک سال یہاں رہ کر خصوصیت کے ساتھ مولانا سلامت اللہ بہرائچی سے کسب فیض کیا۔ ۱۹۶۳ء میں مظاہر علوم سہارنپور چلے گیے اور علیا کے درجات میں یہاں کے اساتذہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اسعد، علامہ صدیق احمد کشمیری وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور ۱۹۶۹ء میں یہیں سے سند فراغ حاصل کیا، دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا قاری محمد طیب اور مولانا فخرالحسن رحمہما اللہ سے خصوصی تعلق رہا، ان کے علاوہ مولانا عبدالاحد دیوبندی، مولانا معراج احمد، مولانا محمد نعیم، مولانا محمد حسین بہاری رحمہم اللہ سے آپ نے مختلف علوم وفنون میں کمال پیدا کیا۔

تدریسی زندگی کا آغاز بطور استاذ مدرسہ محمدیہ سروٹ مظفر نگر سے کیا، بحالی تو فراغت کے بعد ہی ۱۹۶۹ء میں دارالعلوم میں ہوگئی تھی، لیکن ابھی چہرے پر داڑھی نہیں آئی تھی، اس لیے تقرری مؤخر ہوگئی، بعد میں ۱۹۷۲ء میں بحیثیت مدرس پھر سے دارالعلوم دیوبند نے مدعو کیا، افہام وتفہیم کا غیر معمولی ملکہ اللہ رب العزت نے عطا کیا تھا، لیاقت وصلاحیت بھی مضبوط تھی، عبارتوں کو آسان اور مختصر الفاظ میں طلبہ کو سمجھا دینے کا ہنر آتا تھا، اس لیے جلد ہی اپنے ہم عصروں میں ممتاز اساتذہ کی صف میں شامل ہو گیے، دوران درس برمحل اشعار پڑھ کر طلبہ کے ذوق وشوق کو پروان چڑھانے میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔

۱۹۸۰ء میں مجھے بھی ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع ملا، عربی ششم کے ساتھ میں نے ان سے جلالین شریف، پڑھی، اس کتاب کا درس خصوصیت سے ان کا مقبول تھا، تفسیر سے انہوں نے جو تعلق پیدا کر دیا تھا، اسی کے نتیجے میں میری پہلی کتاب اسی سال "فضلاء دارالعلوم دیوبند اور ان کی قرآنی خدمات" کے عنوان سے آئی، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اکابر کی تفاسیر پر ایک اجمالی نظر پڑ گئی اور کم از کم ان تفسیروں کے نام یاد ہو گیے، گہری نظر ڈالنے کا نہ اس وقت شعور تھا اور نہ ہی سلیقہ۔

مفتی صاحب سیاسی داؤ پیچ کے آدمی نہیں تھے، وہ سکون سے کام کرنے کے عادی تھے، لیکن صد سالہ کے بعد دارالعلوم دیوبند میں جو اتھل پتھل مچی اس نے انہیں بددل کر دیا اور کوئی دس سال تک یہاں تدریس کے فرائض انجام دینے بعد خاموشی سے دارالعلوم دیوبند سے علاحدگی اختیار کر لی، لیکن جو دارالعلوم میں رہ چکا ہو، اسے دوسرے ادارہ میں عموماً طبیعت نہیں لگتی، اس لیے دارالعلوم دیوبند سے علاحدگی کے بعد کم وبیش نصف درجن مدارس میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں، جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، اخیر عمر میں دارالعلوم زکریا، ٹرانسپورٹ نگر مراد آباد سے ۱۰/رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۹/مارچ ۲۰۱۸ء بحیثیت استاذ متعلق ہوئے، مسند حدیث کو زینت بخشی، لیکن بڑھتی عمر کے سائے، امراض واعذار کی کثرت کی وجہ سے آپ نے تدریسی کام چھوڑ دیا، اور گھر پر متمکن ہوگیے اور بالآخر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مولانا وضع قطع رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے پورے نستعلیق تھے، صاف ستھرے کرتا پائجامہ پر شیروانی زیب تن کرتے، ٹوپی دیوبندی استعمال کرتے، سفید داغ نے پورے جسم کو اس طرح گھیر لیا تھا کہ وہی ان کے چہرے اور جسم کا رنگ بن گیا تھا، بلندی، ہوش مندی، ذکاوت وذہانت کے اثرات چہرے پر نمایاں تھے، ہمارے زمانہ میں پان بھی کھاتے تھے اور حقیقی خوش روئی کے ساتھ سرخ لب بھی ان کی وجاہت میں اضافہ کرتا تھا۔

ان کی ایک بڑی خوبی طلاقت لسانی تھی، موضوع پر طویل تقریر کرتے، لیکن وہ مواد سے بھرپور ہوتا، ان کی خطابت کے سحر سے سامعین باہر آ ہی نہیں سکتے تھے، اس لیے دور دور تک وہ مدرسوں کے جلسے میں جایا کرتے اور ایمانی دعوت اور اصلاح معاشرہ کے عنوان پر لوگوں کو مسحور کر کے آتے، ان کی درجنوں تقریریں یوٹیوب پر ہیں، جسے سن کر آج بھی وہی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

ہمارے دور طالب علمی میں ان کی دو تقریر کسی نے کیسٹ سے نقل کر کے چھاپ دی تھی، نام تھا "گوہر علم اور جوہر سیرت"، ایک تقریر علم پر تھی اور ایک سیرت پر، تقریر کا اور بھی مجموعہ مارکیٹ میں دستیاب ہوتا رہا ہوگا، لیکن یہ کتاب ان دو تقریروں کی وجہ سے طلبہ میں بہت مقبول تھیں، اس کتاب کا کئی ایڈیشن میرے زمانہ میں ہی نکل گیا تھا، طلبہ اسے رٹ لیتے اور انجمن میں تقریر کرتے، دونوں تقریروں میں شوکت الفاظ اور لہجے کا بانکپن خاصہ مسحور کن تھا۔

اتنے بافیض عالم کا جدا ہونا موت العالِم، موت العالَم کا صحیح مصداق ہے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام دے اور ان کے سیأت سے درگذر فرمائے۔ آمین

کتابوں کی دنیا ✍ : ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تجارت-قرآن واحادیث کی روشنی میں

مولانا ڈاکٹر پروفیسر آفتاب عالم قاسمی (ولادت یکم اپریل ۱۹۶۲ء) بن طفیل احمد (م ۱۶/جولائی ۲۰۱۰ء) بن ایوب علی بن عبدالغفار، آبائی وطن بیل پکونہ ضلع مظفر پور حال مقام مدنی نگر مہوا، مالک تاج اسٹیل گاندھی چوک مہوا، سابق استاذ مدرسہ فتح پور کاوا، سابق ناظم مدرسہ اسلامیہ چہرہ کلاں، استاذ انچھیوٹ کالج مہوا ویشالی، عالمانہ اوصاف اور داعیانہ کردار کے ساتھ بڑے تاجر ہیں، علماء طبقہ عموماً تجارت سے دور رہتا ہے، لیکن انہوں نے اس مشغلہ کو اپنایا اور بچوں کو بھی اس میں لگایا ہے۔ ان کی قوت ارادی مضبوط ہے، دن رات جب اسٹیل، پیتل اور لوہے لکڑ کو انسان دیکھے گا تو اس کا اثر دل ودماغ اور جسم وجان پر تو پڑتا ہی ہے، اس لیے تجارت کی ترقی کے ساتھ ان کا عزم وارادہ بھی دن بدن ترقی پذیر اور روز افزوں مضبوط ومستحکم ہو رہا ہے، انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے فضیلت، بہار یونیورسٹی سے ایم اے، اردو، فارسی) اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور ان کی فارسی شاعری پر تحقیق کا کام مکمل کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، اس لیے ان کو حق ہے کہ وہ یہ کہیں کہ

میرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق ومغرب کے مئے خانے

مولانا چوں کہ بڑے تاجر ہیں، اس لیے انہوں نے تجارت کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنے کے لیے "تجارت قرآن واحادیث کی روشنی میں" کے عنوان سے ایک جامع کتاب مرتب کی ہے، اس کتاب کا مقصد اولاً مسلمانوں خصوصاً علماء طبقہ کو تجارت کی طرف راغب کرنا ہے، یہ مسائل کی کتاب نہیں ہے، لیکن ضمناً باتوں کو سمجھانے کے لئے خرید وفروخت، تجارت کے اقسام، بیع وربو کا فرق اور مختلف معاملات پر فقہی احکام اور جزئیات بھی تفصیل کے ساتھ اس کتاب کی زینت بن گیے ہیں۔ انہوں نے اپنے تجارت سے جڑنے کے واقعات اور تجربات سے بھی قارئین کو باخبر کرنے کی کوشش کی ہے، اور ثابت کر دیا ہے کہ صرف پڑھانا لکھانا ہی کام نہیں ہے، اسلامی اصولوں پر تجارت بھی خود غیر رسمی دعوت کا کام ہے، ایسا نہیں ہے کہ تجارت میں الجھ کر انسان اپنی ذمہ داری بھول جاتا ہے بلکہ وہ ایمانی تقاضے اور اسلامی اعمال کو یاد رکھتا ہے۔ مولانا نے خود ہی انکشاف کیا ہے کہ "ساری مشغولیات کے باوجود بلوغیت کے بعد سے میری نمازیں نہیں چھوٹی ہیں، اس لیے میں صاحب ترتیب ہوں"۔ قرآن کریم میں ایسے ہی تاجروں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہیں کاروبار زندگی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتا، وہ نماز پڑھتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور بصارت متغیر ہوجائیں گے۔

کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے، جس میں کتاب کی تالیف کی غرض وغایت، تجارت کی اہمیت وافادیت اس کے فوائد اور قرآن واحادیث میں اس کی ترغیب کے حوالہ سے مفید اور مدلل گفتگو کی گئی ہے، اس مقدمہ کا اختتام بزرگوں، معاصرین اور عزیزوں کے شکریہ پر ہوتا ہے، جنہوں نے اس کام کے لیے مولانا کو ابھارا، ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اور اس کام میں ان کا تعاون کیا، یہ ایک رسمی اندراج ہوتا ہے، جس نے آج کل رواج پالیا ہے، سب کو خوش رکھنے کے لیے یہ مؤثر ہتھیار ہے، اس لیے اسے "بمہ خوش کرنی" ہی سمجھنا چاہیے۔

اس کے بعد کتاب کے اصل موضوع کی طرف مولانا نے توجہ مبذول فرمائی ہے، اور پہلا باب "تجارت قرآن پاک کی روشنی میں" رکھا ہے، مختلف سورتوں میں جن آیتوں کا تعلق کسب معاش، تلاش فضل رب اور تجارت سے ہے، ان آیتوں کو ترجمہ اور اعراب کے ساتھ لکھا ہے، پھر اس پر مختلف مفسرین کی تفسیریں، آیت کا شان نزول، آیت سے متعلق کوئی واقعہ ہے تو تفصیل سے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اندراج میں سورتوں کی ترتیب کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

دوسرا باب "تجارت احادیث کی روشنی" میں ہے، اس باب میں تجارت سے متعلق احادیث کا ترجمہ حوالہ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اعراب بھی لگایا ہے؛ تاکہ کم پڑھا لکھا آدمی بھی ان روایتوں کو یاد کرنا چاہے تو کر لے، دراصل نصوص تو یہی دو ہیں، قرآن واحادیث اور ان کے حوالوں سے جب کوئی بات کہی جائے تو دل مطمئن ہوتا ہے اور دماغ اسے قبول کرتا ہے، دل ودماغ جب قبول کرلیں تو اعمال کی راہ ہموار ہوتی ہے، اس لیے ان دونوں ابواب کی اس کتاب میں بڑی اہمیت ہے اور کہنا چاہیے کہ یہی موضوع کی روح ہے۔

کسی بھی کام کے کرنے کے لیے علم کی ضرورت ہوتی ہے، معاملہ عبادت کا ہو یا معاملات کا، بغیر علم کے کام آگے نہیں بڑھ سکتا، اس لیے ہمیں ان کاموں کے کرنے کا علم اور سلیقہ بھی ہونا چاہیے، اہمیت اور فضیلت جاننے کے باوجود جس چیز کی تجارت انسان کرنا چاہتا ہے اس کا علم نہ ہو تو مایوسی، محرومی بلکہ کبھی کبھی بربادی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے مولانا نے کتاب کے تیسرے باب میں "تجارت کے لیے علم کی ضرورت" پر روشنی ڈالی ہے۔

چہل حدیث کے جمع کرنے، یاد کرنے اور اسکے پھیلانے کا بڑا ثواب ہے، اسی لیے "اربعین" اور چالیس احادیث کے عنوان سے اسلامیات کی لائبریری میں درجنوں کتابیں موجود ہیں، بعض رسائل عمومی ہیں اور بعض خاص موضوعات پر، مولانا نے اس باب میں تجارت کے موضوع پر چالیس احادیث کو جمع کر دیا ہے، مختلف ابواب میں آیات قرآنیہ اور احادیث موضوع کے اعتبار سے پہلے بھی آچکے ہیں، اس لیے مختلف ابواب میں خصوصاً اس باب میں پوری کتاب پڑھنے والے کو تکرار سمجھ میں آئے گا، لیکن بعض دفعہ معانی کو ذہن میں بیٹھانے کے لیے یہ مفید مطلب ہوتا ہے، قرآن کریم میں باربار فبأی آلاء ربکما تکذبن. وویل یومئذ للمکذبین کی تکرار اسی نقطہ نظر سے ہے، تکرار وتصریف آیات واحادیث کی اپنی اہمیت اور افادیت ہے، اس لیے اس باب اور دوسرے ابواب میں تکرار کو غیر ضروری نہیں سمجھنا چاہیے۔ (بقیہ صفحہ ۶ پر)

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

انہیں کبھی رعب شاہی مرعوب نہ کرسکا: حافظ یحیٰ مصمودیؒ حضرت امام مالک کے عزیز ترین شاگرد اور مؤطا کے مستند ترین راوی شمار ہوتے ہیں، وہ مسائل شریعت میں اپنی رائے کا برملا اظہار کرتے تھے، انہیں کبھی رعب شاہی مرعوب نہیں کرسکا، ایک بار اندلس کے اموی حکمراں عبدالرحمٰن بن حکم ماہ رمضان المبارک میں کفارۂ صوم کا مرتکب ہوگیا، فکر دامنگیر ہوئی اس نے شہر کے تمام فقہاء کو بلاکر پوچھا کہ اس غلطی کا کفارہ کیا ہے؟ یحیٰ مصمودی نے فرمایا کہ ''امیر کو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنے چاہئیں'' دربار خلافت سے واپس آنے کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ امام مالک تو اس مسئلہ میں خیار کے قائل ہیں، یعنی ان کے نزدیک کفارۂ صوم میں روزہ دار کو اختیار ہے، چاہے غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے، پھر آخر آپ نے دو ماہ کے روزے ہی پر کیوں اصرار کیا، یہ سن کر شیخ یحیٰ نے اس کا حکیمانہ جواب دیا کہ: ''اگر ہم نے حاکم کے لئے یہ دروازہ کھول دیا تو اس کے لئے بہت آسان ہوگا، روزانہ روزہ شکنی کرے اور کفارہ میں غلام آزاد کرے، لیکن میں نے اس کے لئے یہ مشکل صورت اختیار کی تاکہ آئندہ وہ اس کی جرأت نہ کرسکے''۔ (ابن خلکان: ۳/۱۱۴)

مسلمانوں کے مال میں اسراف بے جا دیکھا نہ جاسکا: اندلس کے مشہور اموی حکمراں عبدالرحمٰن الناصر نے جب اپنے یادگار زمانہ شہر مدینۃ الزہراء کی تعمیر میں بے حساب دولت صرف کرڈالی اور محل شاہی میں سونے کی اینٹیں لگانی چاہئیں تو قاضی قرطبہ منذر بن سعید سے عام مسلمانوں کے مال میں خلیفہ کا یہ اسراف بے جا دیکھا نہ جاسکا اور ایک دن انہوں نے جمعہ کے خطبہ میں اس پر سخت تنقید کی اور خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''مجھے یہ گمان نہ تھا کہ شیطان اس حد تک آپ پر مسلط ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو کفار اور خدا کے باغیوں تک پہونچادے''۔ یہ سن کر الناصر کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور اس نے قاضی موصوف کو درمیان میں ٹوکتے ہوئے کہا ''غور تو کیجئے آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ نے مجھے کفار کے مقام تک پہونچادیا'' قاضی موصوف نے اسی طرح پُر زور لب ولہجہ میں جواب دیا ''ہاں میں بالکل درست کہہ رہا ہوں، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ ایک امت بن جائیں تو ہم اللہ سے بغاوت اور کفر کرنے والوں کے مکانات کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنادیتے، جس پر وہ چڑھتے اور انکے گھروں کیلئے دروازے اور مسہریاں بنادیتے جن پر وہ آرام کرتے'' (سورۂ زخرف: ۳) اس وقت خلیفہ الناصر پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی، خشیت الٰہی سے اس کا سر جھک گیا اور اس نے فوراً منارہ کو گراکر چاندی کی اینٹوں کی جگہ مٹی سے اس کو دوبارہ بنانے کا حکم دیا (تاریخ اندلس: ۲/۲۸۰)

حق گوئی وبیباکی کا حیرت انگیز واقعہ: شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا شمار ساتویں صدی ہجری کی بہت باکمال اور باعظمت شخصیتوں میں ہوتا ہے، وہ اپنے علم وتقویٰ اور دعوت واصلاح کے ساتھ حق گوئی وبیباکی میں یگانہ روزگار تھے، ان کی جرأت کا ایک حیرت انگیز واقعہ علامہ سبکیؒ نے نقل کیا ہے کہ عید کے دن قلعہ میں دربار شاہی منعقد تھا، بادشاہ پورے تزک واحتشام کے ساتھ سریر آرا تھا دورویہ افواج شاہی دست بستہ کھڑی تھیں، امراء حاضر ہوہوکر آداب وتسلیم بجالاتے اور زمین بوس ہوتے تھے۔

اس بھرے دربار میں دفعۃً شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے بادشاہ کو نام لے کر خطاب کیا: ''ایوب! تم خدا کو کیا جواب دوگے؟ جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو مصر کی سلطنت اس لئے دی تھی کہ شراب آزادی سے پی جائے؟ بادشاہ نے کہا ''کیا یہ واقعہ ہے؟ شیخ نے بلند آواز سے فرمایا: ''ہاں، فلاں میخانہ میں شراب آزادی سے بک رہی ہے اور دوسرے ناگفتہ بہ کام بھی ہورہے ہیں اور تم یہاں بیٹھے داد عیش دے رہے ہو''۔ بادشاہ نے کہا: ''جناب والا! اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے، یہ میرے والد کے زمانہ سے ہورہا ہے''۔ شیخ نے فرمایا: ''پھر تم بھی اُن ہی لوگوں میں سے ہو جن کا جواب یہ ہوتا ہے ''اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآئَنَا عَلٰی اُمَّۃٍ'' (یعنی یہ ہمارے باپ دادا کے زمانہ سے چلا آرہا ہے) یہ سن کر سلطان نے فوراً اس میخانہ کی بندش کا حکم جاری کیا (طبقات الشافعیہ للسبکی، ج۵، تذکرہ عزالدین بن عبدالسلام)

مامون کے دربار کا ایک واقعہ: امام قرطبیؒ نے سند متصل کے ساتھ ایک واقعہ امیر المومنین مامون کے دربار کا نقل کیا ہے کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث ومباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے، جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی، ایسے ہی ایک مذاکرے میں ایک یہودی بھی آگیا جو صورت وشکل اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا، پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح وبلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی، جب مجلس ختم ہوگئی تو مامون نے اس کو بلاکر پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اقرار کیا، مامون نے امتحان لینے کے لئے کہا کہ اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔

اس نے جواب دیا کہ میں تو اپنے اور اپنے آباء واجداد کے دین کو نہیں چھوڑتا، بات ختم ہوگئی، یہ شخص چلا گیا، پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہوکر آیا اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں، مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلاکر کہا کہ تم وہی شخص ہو جو سال گذشتہ آئے تھے؟ جواب دیا ہاں وہی ہوں، مامون نے پوچھا کہ اس دن تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا تھا، پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں یہاں سے لوٹا تو میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا، میں ایک خطاط اور خوشنویس آدمی ہوں، کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اچھی قیمت سے فروخت ہوجاتی ہیں، میں نے امتحان کے مقصد سے تورات کے تین نسخے کتابت کئے جن میں بہت جگہ پر اپنی طرف سے کمی بیشی کردی اور یہ نسخے لیکر میں کنیسہ میں پہونچا، یہودیوں نے بڑی رغبت سے ان کو خرید لیا پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کرکے نصاریٰ کے عبادت خانہ میں لے گیا وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر ومنزلت کے ساتھ یہ نسخے مجھ سے خرید لئے، پھر یہی کام میں نے قرآن کے ساتھ کیا اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کئے جن میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی، ان کو لیکر جب میں فروخت کرنے نکلا تو جس کے پاس گیا پہلے اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں، جب کمی بیشی نظر آئی تو اس نے مجھے واپس کردیا نہیں خریدا۔

اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے، اس لئے مسلمان ہوگیا، وہاں سفیان بن عیینہ سے ملاقات ہوئی تو یہ قصہ ان کو سنایا، انہوں نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہئے کیوں کہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔ یحیٰ بن اکثمؒ نے پوچھا قرآن کی کون سی آیت میں؟ تو فرمایا کہ قرآن عظیم نے جہاں تورات اور انجیل کا ذکر کیا ہے، اس میں تو فرمایا ''بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ'' یعنی یہود ونصاریٰ کو کتاب اللہ تورات وانجیل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب یہود ونصاریٰ نے فریضہ حفاظت ادا نہ کیا تو یہ کتابیں مسخ ومحرف ہوکر ضائع ہوگئیں، بخلاف قرآن کریم کے اس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ''اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ'' یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (قصص معارف القرآن، ص: ۱۹۲)

سراپا تبلیغ: دیوبند کے قریب مظفرنگر میں آریوں سے مسلمانوں کا مناظرہ ہوا، اس میں حضرت مولانا انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے، یہ حضرت شاہ صاحب کی جوانی کا زمانہ تھا، تھوڑی ڈاڑھی آئی ہوئی تھی، بالکل ابتدائی دور تھا، حضرت شاہ صاحب وجیہہ بھی تھے اور حسین وجمیل بھی، اکثر سر پر پگڑی باندھا کرتے تھے، غرض حضرت شاہ صاحب کی بڑی دلکش صورت تھی، شاہ صاحب اس مناظرے میں گئے کیونکہ حضرت شیخ الہند جوان کے استاذ تھے وہ بھی پہنچے ہوئے تھے، اس وقت آریہ مبلغ نے کہا کہ اگر صورت کو دیکھ کر اسلام قبول کیا جاسکتا ہے تو میں مولوی انورشاہ کی صورت کو دیکھ کر اسلام قبول کرتا ہوں، ان کا چہرہ بتلاتا ہے کہ اسلام یہ ہے''۔

حضور یہ میری غلطی ہے - میں نادم ہوں: سلطان محمود غزنوی کا ایک بہت ہی محبوب غلام تھا جس کا نام ایاز تھا، سلطان کو اس سے بے پناہ محبت تھی، دوسرے غلاموں نے جب یہ حال دیکھا تو ایک دن مشورہ کیا کہ کوئی صورت ایسی کی جائے کہ ایاز سلطان کی نگاہوں سے گرجائے، شاہی جاسوس اور مخبر محل کے ہر گوشے اور کونے کی خبر رکھتے تھے، اس کی اطلاع سلطان کو پہونچی تو اس نے نہایت بیش قیمت اور اعلیٰ جام ہر غلام کے ہاتھ میں دے دیا، پھر حکم دیا کہ ان سب کو توڑ دو، ایاز نے فوراً جام کو زمین پر دے مارا وہ چکنا چور ہوگیا، دوسرے تمام غلام پس وپیش میں تھے کہ سلطان نے پھر حکم دیا کہ ان سب کو توڑ دو، عرض کیا کہ حضور یہ بیش قیمت جام پھر نہ مل سکیں گے، ان کو نہ توڑا جائے تو بہتر ہے، تیسری مرتبہ کے حکم پر تمام غلام ڈر گئے، سلطان نے غضب ناک ہوکر پھر حکم دیا، میں حکم دیتا ہوں کہ ان کو توڑادیا جائے غلاموں نے اپنے اپنے جام فوراً توڑ ڈالے، سلطان نے سب سے یکے بعد دیگرے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں توڑ ڈالے تو سب کا یہی جواب تھا کہ حضور کا ہی تو حکم تھا، لیکن جب ایاز کی باری آئی تو ان سے جواب طلب کیا گیا، اس نے دست بستہ عرض کیا، حضور یہ میری غلطی ہے اور میں نادم ہوں، سلطان اس جواب سے مسرور ہوا، خلعت فاخرہ سے نوازا اور کہا دیکھو یہی وجہ ہے کہ میں ایاز کو اتنا محبوب رکھتا ہوں، تم نے میرے حکم میں پس وپیش کی، چوں اور چرا کرنے لگے اور جب وہ کام کرلیا تو غلطی کو میری طرف منسوب کردیا، لیکن ایاز- ایاز بھی وہی جواب دے سکتا تھا، جو تم نے دیا، لیکن اس نے محض میری تعظیم اور بزرگی کو مدنظر رکھتے ہوئے عاجزانہ روش اختیار کی اور غلطی کو اپنی طرف منسوب کیا، اس وجہ سے وہ قابل تعریف اور مستحق انعام ہے، اس واقعہ سے ایک سبق تو یہ ملا کہ اگر کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اس کو دوسروں کی طرف منسوب کرنے کے بجائے اپنی طرف محول کرلینا چاہئے اور اقرار کرلینا چاہئے کہ ہم سے یہ غلطی ہوگئی آئندہ کے لئے پرہیز کروں گا۔

عقل کا استعمال: خلیفہ ہارون الرشید اپنے دربار میں بیٹھے، درباریوں سے بات چیت کررہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور بادشاہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، ہارون الرشید نے اندر بلایا اور پوچھا کہو کیا بات ہے؟ حضور میں مداری ہوں اور ایسے ایسے کمال دکھاؤں گا کہ آپ بھی حیران ہوں گے اور حضور کے درباری لوگ بھی حیران رہ جائیں گے، ہارون الرشید نے کہا اچھا دکھاؤ، کیا کمال دکھاؤ گے، مداری نے اپنے جھولے سے دو ڈبیاں نکالیں اور ایک ڈبی دوسری ڈبیا پر ماری تو اس میں سے ایک اور ڈبیا نکل پڑی، پھر ڈبیا پر ڈبیا ماری اور ایک اور ڈبیا نکل پڑی، مداری نے اسی طرح کرتے کرتے بہت سی ڈبیاں نکال کر اکٹھی کرلیں، درباری حیرت سے اس کا کمال دیکھتے رہے، اب مداری انتظار کرنے لگا کہ خلیفہ سے انعام ملے، ہارون الرشید نے حکم دیا کہ اس شخص کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک ہزار کی تھیلی بھی دی جائے، مداری بھی اس عجیب وغریب فیصلہ سے پریشان ہوا اور دربار کے لوگ بھی حیرت میں تھے، خلیفہ سمجھ گئے اور فرمایا کہ میں نے اس کو ایک ہزار کا انعام اس لئے دیا کہ اس نے واقعی کمال دکھایا اور سو کوڑے کی سزا اس لئے دی کہ اس نے اپنی عقل کو ایسے غیر ضروری کام میں لگایا اور خدا کی بخشی ہوئی سب سے بڑی نعمت کو یوں ضائع کیا۔

نیکی اور بدی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''نیکی سے قلب میں نور چہرہ پر وجاہت، جسم میں قوت، روزی میں وسعت اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، بدی سے قلب میں تاریکی، چہرہ پر سیاہی، جسم میں کمزوری، روزی میں کوتاہی اور مخلوق کے دلوں میں دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

انصاف کے صحیح پیمانے: مامون الرشید بڑا منصف مزاج حکمراں تھا، اس کی عدالت میں ادنیٰ واعلیٰ اور اپنے اور بیگانے سب برابر تھے، وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا تھا، اس سلسلہ میں ایک واقعہ درج ذیل ہے کہ: ''ایک دن ایک شکستہ حال بڑھیا نے دربار میں آکر زبانی یہ شکایت پیش کی کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے، مامون نے کہا کہ کس نے؟ اس نے اشارے سے بتایا کہ آپ کے پہلو میں، مامون نے دیکھا تو خود اس کا بیٹا عباس تھا، وزیر اعظم کو حکم دیا کہ شہزادے کو بڑھیا کے برابر لے جاکر کھڑا کرو اور دونوں کے اظہار سنے، شہزادہ عباس رک رک کر آہستہ گفتگو کرتا تھا، لیکن بڑھیا کی آواز بے باکی کے ساتھ بلند ہوتی جاتی تھی، وزیر اعظم نے روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلاکر گفتگو کرنا خلاف ادب ہے، مامون نے کہا ''نہیں، جس طرح چاہے آزادی سے کہنے دو، سچائی نے اس کی زبان تیز کردی ہے اور عباس کو گونگا بنادیا ہے'' آخر مقدمے کا فیصلہ بڑھیا کے حق میں ہوا اور جائداد واپس دلادی گئی۔ (ماخوذ از: مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل)

حضرت ابراہیم بن ادھم کا فرمان: حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے اندر مندرجہ ذیل چیزیں پیدا کرلو تو کوئی چیز تم کو نقصان نہ پہنچائے گی: (۱) جب گناہ کرو تو اللہ کی دی ہوئی روزی بھی نہ کھاؤ؛ کیونکہ اس کی روزی کھاکر اس کا گناہ کرنا مناسب نہیں، (۲) جب گناہ کرو تو اللہ کے ملک سے نکل جاؤ؛ کیونکہ ملک میں رہ کر گناہ کرنا مناسب نہیں، (۳) گناہ ایسی جگہ کرو جہاں خدا نہ دیکھ سکے؛ کیونکہ اس کی آنکھ کے سامنے گناہ کرنا مناسب نہیں، (۴) جب گناہگاروں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوزخ میں بھیجے تو کہنا میں نہیں جاؤں گا، اگر ایسا نہ کرسکو تو لازم ہے کہ تم گناہ نہ کیا کرو۔

Scanned with CamScanner

معاشرتی زندگی کی کامیابی کا راز

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے بعد شرک اور ضلالت میں ڈوبے ہوئے سماج میں توحید کی صدا بلند کی، مکۃ المکرمہ کے شرک زدہ ماحول میں توحید کی یہ صدا بے حد نامانوس تھی، اور اس کی زد براہ راست رؤسائے کفار کے موروثی دین باطل پر پڑ رہی تھی، اس لئے مخالفتوں کا ایک طوفان امڈ آیا، توحید کی صدا پر لبیک کہنے والے گنتی کے چند افراد پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا، مگر ان تمام مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کے باوجود قافلہ توحید بڑھتا گیا، بالآخر مدینۃ الرسول میں ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل پایا۔

صحابۂ کرام کا سماج ایک نمونے کا مسلم سماج تھا، اور اسکی بے شمار امتیازی خصوصیات وکمالات کی خوبیوں نے پورے عالم کو متاثر کیا اور پھر اس کے نتیجے میں مشرق سے تا مغرب تک اسلام پھیلا اور اسلام کا حلقہ اور دائرہ پھیلتا اور بڑھتا گیا، مرورِ ایام سے پھر بعد کی صدیوں میں اُس معاشرہ کی خصوصیات کم ہونا شروع ہوئیں اور پھر اسکی تاثیر اور مقبولیت کا گراف بھی نیچا ہوتا گیا، اور اب موجودہ صورت حال مسلم سماج کی یہ ہے کہ ہر طرف اخلاقی طاعون پھیلا ہوا ہے، اباحیت اور عریانیت، مادیت اور حیوانیت کے باب میں نمونے کا مقام رکھنے والی یوروپی تہذیب کی دریوزہ گری اور اندھی تقلید نے تمام مذہبی اور اخلاقی اقدار پر تیشے چلا ڈالے ہیں۔

پوری دنیا فتنہ اور شر کی آماج گاہ بنی ہوئی نظر آتی ہے، اور حدیث نبوی کے بموجب گناہوں کی بہتات اور گندگی نے تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے، مسلم سماج کی یہ بدحالی اور بے راہ روی پورے انسانی سماج کی نگاہ میں اُس کی دناءت اور رذالت کی منظر کشی کرتی ہے، اور مسلمانوں کی عملی زندگی پر نگاہ رکھنے والا انسان متاثر ہونے کے بجائے مایوس، بددل و بدگمان اور نفور و گریزاں ہوتا ہے۔

ایک اسلامی معاشرہ، انسانی معاشرے کو اُسی وقت متاثر کرسکتا ہے جب وہ قرنِ اول (عہد صحابہ) کے مثالی سماج کی نمایاں خصوصیات اختیار کرلے اور ان سے انحراف کو اپنے لئے تباہی کی علامت اُسی طرح باور کرے جس طرح صحابۃ الرسول ان خصوصیات سے کسی بھی قیمت پر دست بردار ہونا ہلاکت کے مرادف سمجھا کرتے تھے۔

صحابۂ کرام کے معاشرے کی تمام خصوصیات کا احاطہ تو دشوار ہے، تاہم ان کے روشن عناوین کچھ یوں ہیں:

(۱) **یقین اور استقامت**: دل کی گہرائیوں سے حق قبول کر لینے کے بعد صحابہ کو ایسا پختہ یقین اور اپنے موقف پر ایسا ثبات واستقلال حاصل ہوجاتا تھا کہ بادِ مخالف کے کتنے ہی جھکڑ کیوں نہ چلیں، رکاوٹوں کا طوفان کیوں نہ آجائے اور مصائب ومشکلات کی بھٹیوں میں تپایا کیوں نہ جائے وہ کوئی لچک اور نرمی پیدا کرنے پر تیار نہ ہوتے تھے، دشمنوں کی ترغیبات وتحریصات کا دام ہو یا تہدیدات وتشدیدات کی کارروائی، ان کے موقف میں سرمو انحراف نہ آتا تھا اور ان کی زبانِ حال یہ پیغام دیتی تھی۔

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

(۲) **جذبۂ ایثار و قربانی**: معاشرتی زندگی کی کامیابی کا راز ایثار وقربانی میں ہے، صحابہ کرام کا سماج ایثار وقربانی کا آئیڈیل سماج تھا، قرآن انصارِ صحابہ کے جذبۂ ایثار کو "**ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ**" (وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ خود اپنی جگہ محتاج کیوں نہ ہوں) کے الفاظ سے بیان کرتا ہے، سیرت صحابہ میں مالی ایثار کی بے شمار داستانیں ہیں، ہجرت نبوی کے پرخطر سفر کے موقع پر دشمنانِ اسلام کی طرف سے اجتماعی طور پر قتل رسول کی منظم پلاننگ معلوم ہونے کے باوجود حضرت علی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آرام، اسی طرح سفر ہجرت کی دشوار گذاریوں میں حضرت ابوبکر کی طرف سے والہانہ طلب پر شرکت ورفاقت جانی ایثار کے عدیم النظیر نمونے ہیں، غزوات کا موقعہ ہو، حفاظتِ رسول کا موقعہ ہو، تحفظ دین کا موقعہ ہو، ملت کی خدمت کا موقعہ ہو، ہر موڑ پر صحابہ کی قربانیوں اور ایثار کے ریکارڈ موجود ہیں، اور اسلام سے محروم انسانی سماج پر صحابہ کے اس جذبے نے کیا کیا اثرات مرتب کئے اور کس طرح وہ اسلام سے قریب آیا یہ بالکل واضح ہے۔

(۳) **نافعیت اور مواسات**: سب سے بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے، مسلمان وہی ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے انسان محفوظ رہیں، مؤمن وہی ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے سلسلے میں مامون وبے خوف ہیں، اللہ کا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرے، ان بنیادوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرہ قائم فرمایا تھا، صحابہ کے معاشرے کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے کہ انھوں نے ہمیشہ یہی انداز اپنائے رکھا کہ۔

مری زبان و قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی کو شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ سے

حضرت جابر بن عبداللہؓ کو پہلی ملاقات میں یہ نصیحت کی تھی کہ تم کبھی کسی کو برا بھلا مت کہنا، وہ فرماتے ہیں کہ پھر مرتے دم تک میں نے نہ کسی آزاد کو برا کہا نہ کسی غلام کو، اور انسان تو انسان ہے کسی اونٹ اور بکری کے لئے بھی سخت کلمہ میری زبان سے نہیں نکلا، دوسروں کے درد کو اپنا سمجھنا بلکہ اپنے درد سے زیادہ اس کا احساس اور ہمہ وقت دوسروں کو نفع پہنچانے کی کوشش صحابہ کے معاشرے کا طرۂ امتیاز تھا۔

(۴) **عدل و مساوات**: قرآن ایسا ایمانی معاشرہ چاہتا ہے جو انصاف کا علم بردار اور مساوات کی روش پر قائم ہو، طبقاتی تفاوت اور اونچ نیچ اسلام کی نگاہ میں جاہلیت کی لعنت ہے، ظلم اور ناانصافی امن عالم اور بقائے انسانیت کی راہ کا سب سے بڑا روڑا ہے، صحابہ کا معاشرہ عدل ومساوات کی شاہراہ پر گامزن تھا، اس سماج میں ہر فرد عدل کا خوگر تھا، خواہ اس کی زد اس کی اپنی ذات یا اس کے والدین واقارب پر کیوں نہ آتی ہو، اسی طرح مساوات اور برابری کے لحاظ سے بھی وہ معاشرہ نمونے کا تھا، مشہور غسانی سردار جبلہ بن ایہم جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور طواف کے دوران ایک دیہاتی مسلمان کا پاؤں اس کے تہ بند پر جا پڑا تھا، جس پر اس نے اسے اتنی زور سے مارا کہ ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہوگیا اور خون رسنے لگا، حضرت عمر نے فیصلہ سنایا کہ یا تو بدو کو راضی کر و یا قصاص کے لئے تیار ہوجاؤ، جبلہ نے لاکھ نرمی کا معاملہ کرانا چاہا مگر حضرت عمر نے کہا کہ اسلام شاہ وگدا کا فرق نہیں کرتا، اس کا قانون عام مساوات کا قانون ہے، بالآخر جبلہ نے کچھ مہلت لی، اور راتوں رات بھاگ کر پھر عیسائی ہوگیا، مگر اسلامی قانون عدل ومساوات پر حضرت عمر نے آنچ نہ آنے دی۔

(۵) **اجتماعیت و اخوت**: صحابہ کا معاشرہ باہمی الفت ومحبت میں جسم واحد کی طرح تھا، اور باہمی اتحاد و اجتماعیت میں ان کی کیفیت "بنیان مرصوص" سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح تھی، اوس وخزرج کی باہمی طویل خانہ جنگی اور سلسلۂ کشت وخون اسلام کی برکت سے باہمی محبت والفت میں اس طرح تبدیل ہوئی کہ منافق اور یہود مل کر بھی اس اجتماعیت میں دراڑ پیدا نہ کرسکے، اختلاف کو ہوا دینی والی چیزوں سے، ہر طرح کی بدگمانیوں اور بے جا خدشات سے اور افواہوں پر یقین کرنے سے صحابہ کا سماج پاک تھا، اور اسی لئے اس میں مثالی اتحاد اور اخوت کا جذبہ تھا، جو دوسروں کو حد سے زیادہ متاثر ومرعوب کرتا تھا۔

(٦) **قول وعمل کی یکسانیت**: قرآن کی صراحت کے مطابق قول وعمل کا تضاد اللہ کی نگاہ میں بے حد مبغوض عمل اور انسانی سماج کے لئے زہر قاتل ہے، معاشرے کی اصلاح کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ ہر فرد غازیٔ کردار ہو، حضرت عثمان غنی نے اپنا اول خطبہ خلافت اس حقیقت کے اظہار سے شروع کیا تھا کہ آج مسلمانوں کو غازیٔ کردار رہنما کی ضرورت ہے نہ کی غازیٔ گفتار رہنما کی۔ عہد صحابہ قول وعمل کی یکسانیت میں ممتاز تھا، اور اس معاشرے کا ہر فرد جو کہتا تھا سب سے پہلے اس پر عمل کر کے دکھاتا تھا، چنانچہ اس کی تاثیر یہ سامنے آتی تھی کہ گروہ در گروہ لوگ آ کر اسلام کے دامن میں پناہ لیتے تھے۔

(۷) **پاکیزگی**: اسلام کا مطالبہ انسان سے ہمہ جہتی پاکیزگی کا ہے، صحابہ کا معاشرہ سر سے لے کر پیر تک پاکیزگی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، ان کے دل ودماغ باطل خیالات اور باطنی امراض سے پاک تھے، ان کی نگاہ پاکیزہ تھی، ان کی خوراک وپوشاک پاک تھی، ان کا ماحول ظلم اور عریانیت سے پاک تھا، ان کی انفرادی زندگی کا ہر پہلو اور گوشہ پاکیزہ تھا، ان کی زبان پاک تھی، اور ان کی سیاست بھی مکروفریب سے پاک تھی، شراب کی رسیا عرب قوم کو جب اس کے ناپاک وحرام ہونے کا علم ہوا تو پورا مدینہ شراب کی لعنت سے پاک ہوگیا، تاریخ صحابہ پاکیزگی کے بے شمار ہمہ جہتی نمونوں سے مالا مال تاریخ ہے۔

(۸) **ادائے حقوق**: اسلام نے بندگانِ خدا پر حقوق عائد کئے ہیں، اللہ کے حقوق کی الگ فہرست ہے، اور بندوں کے حقوق کی الگ، بلکہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی نسبتاً زیادہ اہم قرار دی گئی ہے، صحابہ کی زندگی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا جو اہتمام نظر آتا ہے وہ بے نظیر ہے۔

صحابۂ کرام کے قرآنی، ربانی اور ایمانی معاشرے کی بے شمار خصوصیات کے یہ روشن خطوط ہیں، اس لئے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک اسلامی معاشرہ ان خصوصیات کو اپنائے بغیر اور اسوۂ صحابہ کی پیروی کئے بغیر انسانی معاشرے کو نہ تو متاثر کرسکتا ہے اور نہ اپنی عملی زندگی میں کامیابی اور سعادت سے بہرہ مند ہوسکتا ہے۔

(بقیہ کتابوں کی دنیا)

تجارت میں ہمارے اکابر اور بزرگان دین کی مشغولیت کا کیا حال رہا ہے اور تجارت سے متعلق آیات قرآنی واحادیث رسول پر ان کا اپنا عمل کس قدر اور کتنا رہا ہے، اس کے لیے مولانا نے ایک باب "تجارت اور ہمارے بزرگان دین" کا رکھا ہے۔ یہ باب بڑی اہمیت کا حامل ہے اس باب میں ان کے اقوال واعمال، مشاہدات وتجربات کے مطالعہ سے ہمارے اندر تحریک پیدا ہوتی ہے اور تجارت میں کن چیزوں کی رعایت ہمیں کرنی چاہیے اس کا بھی بھرپور علم اس باب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

مولانا نے سب سے اخیر میں اسلام کے معاشی نظام کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ جو جدید وقدیم حوالوں سے مزین ہے، اس کے مندرجات میں جدید وقدیم طبقہ کو مطمئن کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اسلام کے معاشی نظام پر بڑی اچھی گفتگو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی "اسلام کا اقتصادی نظام"، اسلام اور جدید معاشی مسائل، مفتی محمد تقی عثمانی کی دو اہم کتابیں ہیں، مولانا عبد الباری ندوی کی "تجدید معاشیات" اس موضوع پر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی متعدد کتابیں اسلام کے معاشی واقتصادی نظام پر موجود ہیں، ان کا مطالعہ اس باب میں درج معلومات کو آگے بڑھانے کا کام کرے گا، مولانا نے اپنی اس کتاب میں ان میں سے کئی کتاب کے حوالہ سے گفتگو کی ہے اور ان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے، میں مولانا کو اس اہم کتاب کی تالیف پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تجارت کے ساتھ لکھنے پڑھنے کا مشغلہ وہ جاری رکھیں گے، ان کے پاس علم بھی ہے، لکھنے کا سلیقہ بھی اور چھپوانے کے لیے مال بھی، اس لیے اس سلسلے کو رکنا نہیں چاہیے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عام وتام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

Scanned with CamScanner

معاشرہ میں فکری اصلاح کی ضرورت

مولانا علی احمد مظاہری

کسی بھی معاشرے میں کوئی انقلاب لانے کے لئے فکری اصلاح اور عقائد کی درستی کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے پوری انسانی زندگی کی تعمیر سے پہلے عقائد کی تعمیر نہایت ضروری ہے، اصلاح فکر اور سوچ کی صحیح سمت متعین کرنے کے بعد ایک مکمل انقلاب بر پا کرنا نہایت آسان ہو جاتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انقلاب اسلامی کے لئے یہی راہ اختیار فرمائی عہد نبوت کے ۲۳ رسالوں میں سے پہلے تیرہ ۱۳ رسال جو مکی دور کہلاتے ہیں ان میں رسول اکرم اللہ نے خیالات فاسدہ اوہام باطلہ اور جاہلانہ عقائد کے خلاف ایک زبردست تحریک چلائی اس پوری مدت میں قرآن مجید کا مدار بحث اصلاح فکر ہی رہا۔

اسلام کے تین بنیادی عقائد (۱) توحید (۲) رسالت (۳) معاد:۔اور یہ واقعہ ہے کہ ان تینوں پر ایمان کامل کے بعد حیات انسانی یکسر تبدیل ہو جاتی ہے۔خدائے واحد پر ایمان لے آنا محض ایک فلسفیانہ حقیقت کے مان لینے کا نام نہیں ہے یا کوئی عارضی قانون نہیں ہے بلکہ جب ایک خدائے لم یزل کا اقرار کیا جاتا ہے تو باقی تمام جھوٹے خداؤں کا انکار کرنا لازم ہو جاتا ہے۔صرف خداوند بزرگ و برتر ہی کو طاقت کا سرچشمہ ماننا پڑتا ہے۔اس کو مقتدر اعلیٰ اور قانون دینے والا ماننا پڑتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔إِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ: کہ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ایک خدا پر ایمان لانے کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی ہے ہم اس کا دیا ہوا کھاتے ہیں عزت اور ذلت اس کے اختیار میں ہے۔جب اسکی طرف سے ذلت مقدر ہو جائے تو کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی اور اگر وہ کسی کو اپنی عنایت کے لئے مختص کرے تو بھی اس کے ارادے میں تبدیلی کرنا مخلوقات میں کسی کے بس کا روگ نہیں۔ اگر خدائے واحد پر ہمارا ایمان کامل ہو تو ہمارے ہر عمل سے خدا پرستی کا اظہار ہوگا۔کوئی وجہ نہیں کہ ایک تاجر چند پیسوں کی خاطر اپنا ایمان ضائع کر دے۔الغرض جب کسی شخص کو سلامتی فکر نصیب ہوگی تو اس کی پیشانی صرف خدائے واحد کے سامنے جھکے گی کسی دوسرے کے آگے نہیں جھکے گی۔

عقیدہ رسالت:۔رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ صرف زبانی طور پر جملہ انبیاء کرام کی رسالت پر ایمان لے آئیں ان کی حقانیت کو تسلیم کر لیں آپ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کر دیں اور بس، بلکہ بعثت انبیاء کا واضح مقصد یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔اور صرف یہی نہیں بلکہ خداوند کریم کا پاک ارشاد ہے کہ میرے رسول کے فیصلوں کو بلا کسی چوں چرا قبول کرو اور ان کے فیصلے کے خلاف اپنے دل میں کسی قسم کی ناگواری کا اظہار بھی نہ کرو۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بھی مومن اس وقت تک کامل طور پر مومن نہیں ہو سکتا جب تک بیوی بچے مال و دولت اور دنیا و مافیہا سے زیادہ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو جائے جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر چیز سے زیادہ ہوگی وہی صحیح معنی میں ایمان کامل سے سرفراز ہو سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔معلوم ہوا کہ عقیدہ رسالت کا صحیح مطلب اطاعت ہے۔

عقیدہ معاد:۔عقیدہ توحید و رسالت کے بعد معاد کا عقیدہ بھی محض یوم آخرت پر یقین کر لینے پر اکتفاء نہیں ہے، بلکہ یہ وہ عقیدہ ہے جو ہر وقت انسانی فکر و عمل پر پہرہ دیتا ہے کوئی بھی عمل واقع ہونے سے پہلے فکر انسانی کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہے کہ ایک دن پوری نسل انسانی کو مالک حقیقی کے روبرو اپنے تمام اعمال کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور اس دارالعمل میں جو کچھ بھی ہم سے سرزد ہوگا اسکی سزا و جزا کے فیصلوں کا صدور ہوگا۔یہ وہ بنیادی عقائد تھے جن پر سب سے پہلے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی توجہ مرکوز فرمائی اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ کے اس فکری انقلاب نے نگاہوں کے زاویئے بدل دیئے۔

صبغۃ اللہ:۔کا ایک ہی رنگ ہر طرف نظر آنے لگا ایک خدا کے ماننے والوں کے درمیان سے ہر طرح کی تفریقات ختم ہو گئیں۔تمام کلمہ گو ایک عالمگیر امت مسلمہ کے رکن بن گئے فکر اسلامی کی روح زندگی کے ہر شعبے میں سرایت کر گئی، پوری تمدن میں یکسانیت پیدا ہو گئی، جب اہل ایمان مساجد میں خدائے لم یزل کے حضور سجدہ ریز ہو گئے انہوں نے قرآن کو سینے سے لگا لیا فکر پختہ ہو گئی تو پھر وہ کھیت میں کام کر رہے ہوتے یا بازار میں خرید و فروخت یا وہ کرسی عدالت پر جلوہ افروز ہوتے یا میدان جنگ میں داد شجاعت دے رہے ہوتے ہر جگہ ان کے اخلاق میں مومنانہ شان کا اظہار ہوتا جس قرآن کی آواز منبر و محراب سے گونجتی اسی کی صداقتوں پر حکومت کا نظم و نسق چلتا۔ایمان ایک عمل انگیز قوت ہے یہ ایمان ہی کا کرشمہ تو تھا کہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں ایک ایسا شخص بھی نظر آتا ہے جو خود حاضر ہو کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوا ہے مجھ پر حد جاری کیجئے۔یہ ایمان ہی کا ثمرہ ہے ایک شخص کو کسریٰ کا تاج ملتا ہے وہ اسے اپنی گدڑی میں چھپا کر لاتا ہے اور بیت المال میں جمع کرا دیتا ہے۔یہ اسی انقلاب فکر کی انتہا ہی تو ہے کہ جب غزوہ بدر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم کا یہ ارشاد لوگوں کو سناتے ہیں، بڑھو جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمان ہیں، تو ایک شخص جو کھجور کے چند دانے کھا رہا تھا پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کھجوروں کو کھاؤں گا تو بہت وقت لگے گا میدان جنگ میں کود پڑتا ہے اور داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کرتا ہے۔عقائد پر پختگی کا عظیم مظاہرہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں امتناع شراب کا حکم نازل ہوتا ہے اور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا اعلان ہوتا ہے تو اس تواضع کے ساتھ اس کی اطاعت ہوتی ہے کہ جب کانوں تک خدا کا حکم پہونچتا ہے تو جو شراب پیالوں میں تھی، پھینک دی جاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا انقلاب اور ہنگامی نہیں تھا۔یہ تاریخ کا سب سے ہمہ گیر پُرامن مثبت اور فکری انقلاب تھا۔یہی وہ انقلاب تھا جس نے نسل انسانی کی مختلف ذہنیت کو ایک سانچے میں ڈھال دیا۔یہ وہی انقلاب تھا جو ۲۳ رسال کی مختصر مدت میں کم و بیش دس لاکھ افراد تیار کر دیئے اور بہت ساری جگہوں پر اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی فکر سے ذہن انسانی کو مزین کیا کہ آپ کے تربیت یافتگان رضاء الٰہی کی خاطر ہمیشہ جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔وطن کسے عزیز نہیں۔لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کی اور ہجرت کی رات مکہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔حضور نے ہی یہ فکر عطا فرمائی کہ جس وطن پر متاع عزیز قربان کر دی جاتی ہے ہم اس وطن کو بھی رضاء الٰہی جیسے بلند مقصد کے لئے سو بار قربان کر سکتے ہیں۔یہی وجہ تھی کہ آپ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے آبائی وطن مکۃ المکرمہ کو الوداع کہہ دیا اور خویش و اقارب کے تعلقات کو پس پشت ڈال دیا۔تو اگر ہم آخرت کی عالیشان زندگی چاہتے ہیں جہاں صرف بقا ہی بقا ہے اگر ہم جنت جیسی عظیم نعمت سے فیض یاب ہونا چاہتے ہیں تو صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث کے فرمودات کے مطابق عمل کریں اور دوسروں کو بھی دعوت دیں۔

آخر اس درد کی دوا کیا ہے

دہلی ہندوستان کا دل ہے۔دہلی میں ہونے والی کوئی بھی واردات کوئی بھی واقعہ کی بازگشت دور تک سنی جاتی ہے۔پچھلے دنوں دہلی میں 3 اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی موت نے پورے ہندوستان میں ہنگامہ برپا کر دیا۔ان تینوں نوجوانوں کی موت اس لیے بھی افسوس ناک تھی کیونکہ یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور ہندوستان کے نظام کو چلانے والے امتحانات میں شرکت کے لیے تیاری کر رہے تھے۔یہ واقعہ دہلی کے اس علاقہ میں پیش آیا جہاں بڑی تعداد میں نوجوان رہتے ہیں اور یو پی ایس سی اور دیگر مسابقتی امتحانات میں شامل ہونے کے لیے تیاری کرتے ہیں۔قرب و جوار میں کچھ ایسے مراکز اور ادارے قائم ہیں جو ان طلبا کو درس و تدریس کی بہتر سہولیات فراہم کرتے ہیں۔یہ طلبا بھاری فیس اور قیمت دے کر ان مراکز میں داخلہ حاصل کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ قرب و جوار کے علاقہ میں ہی رہ کر ان سہولیات کا فائدہ اٹھائیں۔یہ علاقے گنجان آباد ہیں جہاں قیام و طعام کے لیے بھاری فیس یا رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔مسابقتی امتحانات کی تیاری کرانے والے ادارے ان طلبا کو لائبریری، انٹرنیٹ، بجلی، پانی کی سہولت فراہم کرتے ہیں مگر بھاگ دوڑ بھری زندگی میں جہاں پیسہ کمانے کی ہوڑ لگی ہو حفاظتی تدابیر کا نظر انداز ہونا غیر فطری نہیں ہے۔دہلی کے راجندر نگر علاقے جس میں یہ المیہ پیش آیا وہاں پر بلڈنگ بائی لاز کو نظر انداز کیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان اداروں نے اپنے فائدے کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسے تعمیرات کی جو کہ مکینوں کو خطرے میں ڈالنے والی تھی۔جس وقت دہلی میں موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور سیوریج نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔پانی کی نکاسی نہ ہونے کی وجہ سے بڑی مقدار میں پانی ان عمارتوں میں داخل ہو گیا جس میں عمارت میں آئی اے ایس کے لیے طلبا پڑھ رہے تھے۔اس کے تہہ خانہ میں پانی گھس گیا اور اتنی تیزی سے داخل ہوا کہ وہاں بیٹھے طلبا کو جان بچانی مشکل ہو گئی۔دراصل یہ ایک واقعہ پورے دہلی کے نظام حکومت کی پول کھلنے والا ہے۔ایم سی ڈی، این ڈی ایم سی، ڈی ڈی اے جیسی مختلف ایجنسیوں کے جال میں پھنسی ہوئی دہلی میں وہ سہولیات میسر نہیں ہیں جو ایک اعلیٰ ترقی یافتہ شہر میں ہونی چاہیے۔پچھلے دنوں ہم نے دیکھا کہ پانی کی قلت کی وجہ سے یہاں کی انتظامیہ اور ریاستی حکومت کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔دہلی میں پانی نہیں تھا اس کے لیے حکومت دہلی کو کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا اور آخر کار جب سپریم کورٹ سے انصاف ملا وہ بھی ادھورا ملا۔ہماچل پردیش کی حکومت نے عدالت کی دباؤ میں پانی تو جاری کر دیا مگر یہ پانی جب ہریانہ پہنچا تو ریاستی حکومت نے اپنا رنگ دکھایا اور پانی دہلی نہیں پہنچنے دیا۔دہلی میں پانی کی قلت پر خوب سیاست ہوئی۔تینوں ریاستوں کی حکومتوں نے ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرایا اور اس کا خمیازہ دہلی والوں کو اٹھانا پڑا۔دہلی میں بڑی تعداد غریب مزدوروں اور نوکری پیشہ لوگوں کی ہے جو روز کنواں کھودتے ہیں اور پانی پیتے ہیں۔ایک دن مزدوری نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ غریب مزدور بھوکے رہیں گے اور اس دور میں جب ایک گلاس پانی قیمت سے ملتا ہے تو یہ اپنا پیٹ کیسے بھریں، یہ ایک بڑا چیلنج ہوتا ہے۔بدقسمتی سے بجلی، پانی اور اس طرح کی تمام سہولیات پر سیاست تو خوب ہوتی ہے مگر اس کا کوئی فائدہ غریب طبقہ کو نہیں ہوتا۔بیان بازی سے کسی کا پیٹ تو نہیں بھرتا۔بغیر ضروریات زندگی فراہم کیے کوئی بھی حکومت یا انتظامیہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔یوں تو اس بارش نے دہلی کے تمام مقتدر اداروں کی پول کھول دی ہے اور کچھ علاقہ اور سماج کا کوئی طبقہ ان حالات کا شکار ہوئے بغیر بچا نہیں ہے۔18 ویں لوک سبھا کے اجلاس کے موقع پر اخبارات میں ایسی تصاویر نظر آئی تھی کہ جس میں ایک ممبر پارلیمنٹ رام گوپال یادو کو ان کے عملے کے کچھ لوگ کندھے پر اٹھا کر پارلیمنٹ کے لیے روانہ کر رہے ہیں جب کہ ایک خوش شکل، خوش کلام ممبر پارلیمنٹ ششی تھرور نے سوشل میڈیا پر اپنے کرب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایک رات کی بارش نے گھر میں داخل ہو کر ان کا سارا اسباب برباد کر دیا۔یہ حالت دہلی کے اس علاقہ کی تھی جہاں پر ممبر پارلیمنٹ وزراء اور اعلیٰ افسران رہتے ہیں۔اب دوسری طرف اس بارش سے دو روز قبل غازی پور اور کھوڑا کے علاقہ میں ایک خاتون اور اس کا بچہ پانی کے گٹر میں ڈوب کر مر گئے۔دراصل یہ سانحہ انتہائی شرمناک ہے۔سنجے گاندھی کے دور میں بنائی گئی یہ مذکورہ بالا بستیاں آج تک بدترین سہولیات کی وجہ سے بدنام ہیں۔اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے گزشتہ 50 سال میں اپنی راجدھانی کو بہتر بنانے کے لیے کچھ نہیں کیا۔اس وقت دہلی میں کئی انتظامی اکائیاں کام کر رہی ہیں بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ اکائیاں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے نہیں بلکہ ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرانے کے لیے وضع کی گئی ہیں۔ہائی کورٹ نے مذکورہ 3 نوجوانوں کی ہلاکت پر جو آبزرویشن دیا گیا تھا وہ بھی قابل ذکر ہے۔تمام اداروں کے سامنے یہ بات بھی ہے کہ دہلی میں اس وقت غیر معمولی افراتفری ہے۔وزیر اعلیٰ جیل میں ہیں، لیفٹیننٹ گورنر سرکار کے اختیارات اور طاقتوں کو چھیننے کوشش کر رہے ہیں۔مرکز کے پاس افسران کی تعیناتی اور برخواستگی کا اختیار ہے اور دہلی کی حکومت کے پاس یہ ذمہ داری ہے کہ ان افسران سے کام لے۔ظاہر ہے کہ یہ افسران ان اداروں اور ان سربراہوں کی بات سنیں گے جو ان کی تعیناتی اور برخواستگی کے لیے ذمہ دار ہیں ایسے حالات میں دہلی کی حکومت کا کام کرنا کتنا مشکل ہے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جب کہ اسی حکومت کے پاس عوام کا مائنڈیڈ ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اس چکر یو سے کیسے نکلتے ہیں اور کب نکلتے ہیں۔(روزنامہ راشٹریہ سہارا پٹنہ 2؍اگست 2024)

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعد اللہ قاسمی

بنگلہ دیش میں 'مظالم' کی تحقیقات اقوام متحدہ کی ایک ٹیم کے سپرد

بنگلہ دیش کی عبوری حکومت کی طرف سے جاری کیے گئے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ جولائی اور اس ماہ کے اوائل میں طلبہ کے انقلاب کے دوران ہونے والے مظالم کی تحقیقات کے لیے اگلے ہفتے اقوام متحدہ کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم بنگلہ دیش کا دورہ کرے گی، بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے سربراہ فولکر ٹورک اور بنگلہ دیش کے عبوری رہنما محمد یونس کے درمیان بدھ کی رات ایک فون کال کے دوران تفصیلی گفتگو ہوئی، جس میں بنگلہ دیش میں ہونے والے حالیہ تشدد کے ذمہ داران کا تعین کرنے کے حوالے سے حکمت عملی پر تبادلہ خیال کیا گیا، اس تناظر میں بتایا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن کو 'بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں' کی تحقیقات کا کام سونپا جائے گا، شیخ حسینہ واجد کی حکومت پر اپنے 15/سالہ دور اقتدار کے دوران ایسی کئی زیادتیوں کا الزام عائد کیا گیا، جن میں بڑے پیمانے پر حراست اور سیاسی مخالفین کا ماورائے عدالت قتل بھی شامل ہے۔ (ڈی ڈبلیو)

جاپانی وزیر اعظم کیشیدا نے عہدے سے دستبرداری کا اعلان کردیا

لبرل ڈیموکریٹک پارٹی گزشتہ کئی دہائیوں سے جاپان میں اقتدار میں ہے، پارٹی کا صدر ہی عام طور پر ملک کا وزیر اعظم بھی ہوتا ہے، کیشیدا نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ فیصلہ "ایل ڈی پی میں تبدیلی کا پہلا قدم ہے، کیشیدا کے فیصلے سے پارٹی کو اپنا نیا سربراہ منتخب کرنے کا راستہ ہموار ہو گیا ہے اور پارٹی اپنی قیادت کے اگلے انتخاب میں ایک نئے معیار کے حامل رہنما کا انتخاب کر سکے گی، اگلے ماہ الیکشن میں کامیاب ہونے والا پارٹی صدر اور وزیر اعظم دونوں کی جگہ لے گا، نیا رہنما اسکینڈلز سے بدنام پارٹی کے امیج کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے، بعض تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ ملک پہلی مرتبہ کسی خاتون وزیر اعظم کا انتخاب کر سکتا ہے۔ (ڈی ڈبلیو)

حماس قطر میں ہونے والے امن مذاکرات میں شریک نہیں ہوگا

جرمن خبر رساں ایجنسی ڈی پی اے کے مطابق سی آئی اے کے چیف ولیم برنز، قطری وزیر اعظم عبد الرحمان الثانی اور مصر کے انٹیلیجنس چیف عباس کامل پہلے کی طرح اس بار بھی مذاکرات میں حصہ لیں گے، اسرائیلی انٹیلیجنس سروس موساد کے سربراہ ڈیوڈ برینا کی بھی اس میٹنگ میں شرکت متوقع ہے، چونکہ اسرائیل اور فلسطینی شدت پسند تنظیم حماس ایک دوسرے سے براہ راست بات چیت نہیں کر رہے ہیں اس لیے قطر، مصر اور امریکہ کی ثالثی میں فائر بندی کے لیے بات چیت ہو رہی ہے، حماس نے کہا کہ وہ اس مذاکرات میں شامل نہیں ہوگا؛ لیکن حماس کی خواہش ہے کہ اسے اس میٹنگ کے نتائج سے آگاہ کیا جائے (ڈی ڈبلیو)

یوکرینی حملوں میں 12 روسی سویلین ہلاک، 121 زخمی

یوکرین نے کورسی سرحدی علاقے کُرسک میں اپنی فورسز بھیجی تھیں، روس کی طرف سے یوکرین پر دو برس سے زائد عرصہ قبل مسلط کی گئی جنگ میں یہ اب تک کی سب سے بڑی سرحد پار کارروائی تھی، اس حملے کے بعد ہزار ہا افراد سرحدی علاقے سے نکلنے پر مجبور ہوئے اور دوسری عالمی جنگ کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ روسی سرزمین پر اس طرح کا حملہ کیا گیا، کُرسک کے روسی خطے کے گورنر الیکسی سمرنوف نے روسی صدر ولادیمیر پوتن کے ساتھ ایک آن لائن میٹنگ کے دوران بتایا کہ یوکرینی فورسز کی پیش قدمی کے دوران ہلاک اور زخمی ہونے والے سویلین باشندوں میں 10 بچے بھی شامل ہیں۔ (ڈی ڈبلیو)

سعودی قیادت کی طرف سے انڈیا کو یوم آزادی پر مبارکباد

خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز اور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے انڈیا کو یوم آزادی پر مبارکباد پیش کی ہے، سعودی پریس ایجنسی کے مطابق سعودی قیادت نے صدر دروپدی مرمو کو تہنیتی مکتوب روانہ کئے ہیں، سعودی قیادت نے انڈین حکومت، عوام اور ملک کے لیے نیک جذبات کا اظہار کیا ہے اور سعودی قیادت نے انڈیا کے لیے مزید ترقی وکامرانی امید ظاہر کی ہے (اردو نیوز)

اسرئیلی عجائب گھر نے ایرانی حملے کے خوف سے فن پارے چھپا دیے

اسرائیل کے شہر تل ابیب میں قائم عجائب گھر نے ایران کے ممکنہ حملے کے خوف سے اپنے قیمتی فن پاروں کو تہہ خانوں میں چھپا دیا ہے، اے ایف پی نیوز کے مطابق تل ابیب میوزیم آف آرٹ میں قائم تہہ خانے (محفوظ پناہ گاہ) میں ان فن پاروں کو چھپانے کا مقصد انھیں میزائل حملوں سے محفوظ رکھنا ہے، عجائب گھر کے عملے نے 7 اکتوبر 2023 سے جاری غزہ اسرائیل جنگ کے پیش نظر چند قیمتی فن پارے پہلے ہی محفوظ مقام پر چھپا دیے تھے جن میں پابلو پکاسو اور گستاو کلیمٹ کی نادر پینٹنگز شامل ہیں، اسرائیل کو ایران اور حزب اللہ کی جانب سے ملنے والی دھمکیوں کے بعد عجائب گھر انتظامیہ نے یہ احتیاطی قدم اٹھایا ہے، عجائب گھر میں قائم مختلف گیلریوں کی خالی دیواروں پر اب صرف پینٹنگز لٹکانے کے کیل نظر آ رہے ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ کبھی یہاں تصاویر لگی ہوئی تھیں، عجائب گھر کی ڈائریکٹر تانیہ کوین ازیلی کا کہنا ہے 'گذشتہ چار پانچ دنوں میں جب حزب اللہ تنظیم اور ایران کی جانب سے نیا خطرہ سامنے آیا ہے تو ہم نے محسوس کیا کہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے (نیوز اردو)

تعلیم و روزگار

ہندی مترجم سمیت 312 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب

اسٹاف سلیکشن کمیشن (SSC) نے مشترکہ ہندی مترجم امتحان-2024 کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کے ذریعہ جونیئر ہندی مترجم، جونیئر ٹرانسلیشن آفیسر، جونیئر مترجم، سینئر ہندی مترجم کے 312 عہدوں پر بحالی ہوگی، عہدوں کی تعداد میں اضافہ یا کمی ہو سکتی ہے، کمیشن نے اس کے لیے آن لائن درخواستیں طلب کی ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 25 اگست 2024 مقرر کی گئی ہے۔ پوسٹ، اہلیت اور درخواست کے بارے میں مکمل معلومات کے لئے سرکاری ویب سائٹ sss.gov.in پر جائیں، درخواست کی فیس 100 روپے ہے؛ لیکن ایس سی، ایس ٹی، معذور اور خواتین کے لئے کوئی فیس نہیں ہے، آن لائن فیس جمع کرنے کی آخری تاریخ 26 اگست 2024 ہے، درخواست میں ترمیم کرنے کی تاریخ 4 سے 5 ستمبر 2024 تک ہے۔

اسسٹنٹ پروفیسر سمیت 38 اسامیوں کے لیے براہ راست بحالی

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (حیدرآباد) نے اسسٹنٹ پروفیسر سمیت 38 اسامیوں پر براہ راست بحالی کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، اس کے لئے اہل امیدواروں سے 19 اگست 2024 تک آن لائن درخواست مانگی گئی ہے اور ڈاک کے ذریعے درخواست دینے کی آخری تاریخ: 03 ستمبر 2024 مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس 1500 روپے ہے جو آن لائن موڈ کے ذریعے ادا کرنا ہوگا، مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ: aiimsbibinagar.edu.in پر جائیں۔

راجستھان اسٹیٹ گیس لمیٹڈ (RSGL) سمیت 11 آسامیوں کے لیے درخواست دیں

راجستھان اسٹیٹ گیس لمیٹڈ (RSGL) سمیت 11 آسامیوں کے لیے آفیسر، انجینئر اور دیگر عہدوں پر درخواست دیں، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 25 اگست 2024 ہے، تقرری باقاعدہ اور مقررہ مدت کے معاہدے کی بنیاد پر ہوگی، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، ویب سائٹ: rsgl.rajasthan.gov.in ہے، اس پر مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

Assalamo Alaikum Warahmatullah Wabarkatuhu

UMRAH 2024 / 1446H PACKAGES

Note: All the rates below are per person in Indian Rupees (INR) Fixed Rates

PAT-DEL-JED / JED-DEL-PAT DIRECT FLIGHT

(16 DAYS), DEPARTURE 27th JULY 2024, ARRIVAL 11th AUG. 2024

PKG CODE	HOTEL IN MAKKAH	HOTEL IN MADINA	QUAINT	QUAD	TRIPPLE	DOUBLE
GOLDEN DLX	OLIYAN PALACE OR SIMILER	BARIDHA NAWADDA OR SIMILAR	90000/-	93000/-	102000/-	115000/-

IndiGo

PACKAGE INCLUDES:
1. ECONOMY TICKET PAT-DEL-JED / JED-DEL-PAT RETURN
2. UMRAH VISA AND INSURANCE
3. ACCOMODATION IN 3* HOTEL
4. FOOD (BREAKFAST + LUNCH + DINNER)
5. COMPLETE TRANSPORT BY AC BUS
6. LOCAL ZIYARAT (MAKKAH & MADINAH)
7. LAUNDRY AND ZAM ZAM 5 Ltr. PACK

ELIGIBILITY FOR TRAVEL :
1. VALID PASSPORT WITH MINIMUM SIX MONTHS VALIDITY DATE OF TRAVEL
2. MINIMUM AGE OF TRAVEL 0 YEAR.
3. ALL RESERVATION POLICIES AND PRICING ARE IN LINE WITH GUIDLINES OF SAUDI MINISTRY AND IN CASE OF ANY CHANGES AND ACTUAL INCREASE SERVICE / COST (IF ANY) WOULD BE APPLICABLE.

Note: IF SAUDI GOVT. CHANGE ANY RULES OF UMRAH SUDDENLY COMPANY WILL NOT BE RESPONSIBLE

For More Details, Contact: © 9955065689/9304895612

HUFFAZ TOUR & TRAVELS

SHOP NO. 47, 2ND FLOOR, HAJI HARAMAIN MARKET, NEAR THANA GOLAMBAR, PHULWARI SHARIF, PATNA, BIHAR-801505

متوجہ ہوں

اسکول، دکان، ہاسپٹل، میڈیکل وغیرہ کے لئے مناسب قیمت پر غیر تصویری اشتہارات ہفتہ وار نقیب میں دے کر آپ اپنی تجارت کو فروغ دے سکتے ہیں اس کے لئے آپ مندرجہ ذیل موبائل نمبر پر رابطہ کریں:

واٹس ایپ اور رابطہ نمبر: 9576507798

ای میل: naqueeb.imarat@gmail.com

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

اوقاف کا تحفظ حکومت کی آئینی اور مسلمانوں کی ایمانی ذمہ داری ہے: امارت شرعیہ

مرکزی یا ریاستی حکومت کی بے جا قانونی مداخلت پر مسلمان خاموش نہیں رہ سکتے

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے ایک پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے کہا کہ اوقاف ایک مذہبی معاملہ ہے، اس کی مذہبی حیثیت کو باقی رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا حکومت کی آئینی اور مسلمانوں کی ایمانی ذمہ داری ہے، مذہب اسلام میں روز اول سے وقف کا نظام جاری ہے، اسلامی تعلیمات میں نہ صرف اس کی ترغیب دی گئی ہے؛ بلکہ اس کو واقف کی آخرت کی استواری اور ملت کی فلاح و بہبود کا زینہ قرار دیا گیا ہے، ہندوستان میں ہزاروں ایکڑ مسلمانوں کی وقف کردہ جائداد ہیں جن کی شرعی حیثیت کی بقا اور اس کے مصارف کی صحت کا اکثر پہلوؤں سے خیال رکھا گیا ہے، انگریزوں نے بھی اس میں بے جا مداخلت نہیں کی، آزادی کے بعد مختلف مرحلوں میں اوقاف کے تحفظ کے لیے قوانین بنے اور ترمیمات ہوئیں، آخری مرحلہ میں علماء کرام بالخصوص مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ نے نہایت جانفشانی اور اپنی انتھک کوششوں سے اس کے نوک و پلک کی اصلاح میں کلیدی رول نبھایا اور مجموعی طور پر ایک دو کمزور شقوں کے علاوہ قوانین کے بقیہ حصہ پر اطمینان کا اظہار کیا، لیکن موجودہ مرکزی حکومت جو مسلسل مسلمانوں کے شرعی و مذہبی معاملات میں دخل اندازی اور مسلمانوں کو مختلف جہتوں سے پریشان کرنے کی عادی ہو چکی ہے، اب اوقاف کے معاملہ میں غیر منصفانہ اور غیر آئینی ترمیم کا اقدام کرکے ایک نئے فتنہ کو جنم دے دیا ہے، جو صرف افسوسناک ہی نہیں بلکہ غیر معمولی خطرناک ہے، حکومت کی ترمیمات سے نہ صرف اوقاف کی حیثیت ختم ہوگی بلکہ اس کی بربادی کی نئی راہیں کھلیں گی، اپوزیشن پارٹیوں کے سخت اختلاف کے بعد اگرچہ اس ترمیمی بل کو ایک خاص کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے تاہم خطرات اور اندیشے کے دروازے ابھی بھی کھلے ہوئے ہیں، ایسے حالات میں امارت شرعیہ جس نے گزشتہ سو سالوں میں ہر موقع پر شرعی قوانین کی حفاظت اور ملی مفاد کے تحفظ میں تاریخی کردار نبھایا ہے، اس عظیم ادارہ کے موجودہ امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ اس معاملہ کو لیکر اول دن سے بے چین ہیں، آپ حکومت کے دونوں ایوانوں کے مختلف دھڑوں سے گفت وشنید کے ساتھ ملی تنظیموں کے سربراہان سے میٹنگوں کے ذریعہ رابطہ میں ہیں اور امارت شرعیہ کے تاریخی کردار کو زندہ رکھنے کے لیے امارت شرعیہ کے ذریعہ مختلف جہتوں سے حکومت کے اس ترمیمی اقدام کو روکنے کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں، قائم مقام ناظم صاحب نے بتایا کہ جس دن سے اس بل کا چرچا ہوا ہے امارت شرعیہ پوری طرح متحرک ہے، امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران اور دفاتر اس بل کے نقصاندہ پہلوؤں کو سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں سمیت عام مسلمانوں تک اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ پہونچا رہے ہیں اور حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت کے مطابق کام کر رہے ہیں، وکلاء، دانشوران، ملی تنظیموں کے ذمہ داران، وقف بورڈ کے سربراہان باثر سماجی وسیاسی شخصیات سے لگاتار گفت وشنید ہو رہی ہے اور عوام و خواص کے اندر اس سلسہ میں مؤثر بیداری پیدا کرنے اور حکومت کو اس غیر منصفانہ اقدام پر مسلمانوں کی بے اطمینانی اور ناراضگی کا احساس دلانے نیز پیش کردہ ترمیم کو مسترد کرنے کے مطالبہ کو لیکر ایک بڑا اجلاس زیر صدارت مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر و سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مورخہ ۱۵/ستمبر ۲۰۲۴ء کو امارت شرعیہ کے زیر اہتمام باپو سبھا گار ہال گاندھی میدان پٹنہ میں منعقد ہو رہا ہے جس میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داران، ملک کے اکابر علماء، ملی و سماجی فکر رکھنے والی شخصیات سمیت بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ و مغربی بنگال کے ذمہ دار اشخاص ارباب حل وعقد، ارکان شوریٰ، امارت شرعیہ کے قضاۃ، تنظیم کے ذمہ داران کی شرکت ہوگی اور اس سلسلہ میں کوئی مضبوط لائحۂ عمل تیار کیا جائے گا۔، قائم مقام ناظم صاحب نے اس موقع پر مزید کہا کہ مسلمان حکومت کے اس غیر آئینی رویے پر ہرگز خاموش نہیں رہ سکتے بلکہ ایک ایمانی فریضہ سمجھ کر اوقاف کے تحفظ کی ذمہ داری کے لیے ہر حال میں سرگرم عمل رہیں گے۔

ذات پر مبنی مردم شماری کا مطالبہ

اختر جمال عثمانی

ملک میں ذات پر مبنی مردم شماری کا مطالبہ نیا نہیں ہے آزادی کے فوراً بعد سے ہی یہ مانگ اٹھتی رہی ہے سوشلسٹ لیڈر رام منوہر لوہیا کی طرف سے یہ مانگ پرزور طریقے سے اٹھائی جاتی رہی کہ ملک میں آبادی کے تناسب سے ہر برادری کو سیاست میں نمائندگی ملنی چاہئے۔ کانگریس حکومت پر ان کا الزام تھا کہ وہ پسماندہ طبقے کو نظر انداز کر رہی ہے۔ لیکن نہرو کیبنیٹ کے رکن ڈاکٹر امبیڈکر رزرویشن کے حامی تھے۔ ان کو یقین تھا کہ کمزور طبقے کو ملک کا سماجی نظام کبھی آگے نہیں بڑھنے دے گا۔ ان کی کاوشوں سے 1951 میں پہلی آئینی ترمیم کے ذریعے آرٹیکل 16 میں حکومت کو یہ اختیار دیا گیا کہ سماجی اور تعلیمی اعتبار سے پچھڑی ذاتوں کی فلاح اور بہبود اور ریاستی امور میں شرکت یقینی بنانے کے لئے خصوصی اقدامات کریں۔ حالانکہ پنڈت نہرو کسی بھی طرح کے رزرویشن کے قائل نہ تھے۔ انھوں نے 1961 میں وزرائے اعلیٰ کو ایک خط میں لکھا تھا" میں کسی بھی طرح کے کوٹا سسٹم کو ناپسند کرتا ہوں خاص طور پر ملازمتوں میں۔ میں ایسی کسی بھی چیز کے خلاف ہوں جو نااہل اور کم صلاحیت والے افراد کے لئے راستہ ہموار کرتی ہوں میں اپنے ملک کو ہر چیز میں اول درجے پر دیکھنا چاہتا ہوں"۔ یہ حقیقت ہے کہ کانگریس کے دور میں ماضی میں اچھوت رہے ایس سی، ایس ٹی طبقات تو رزرویشن کا فائدہ حاصل کرتے رہے لیکن دیگر پسماندہ طبقات جو ہندو مذہب کے ذات پات کے نظام میں 'شودر' کے زمرے میں آتے ہیں اس سے محروم رہے۔ اس دوران کچھ ریاستوں نے کمیشن قائم کئے اور ان کے نتائج کے مطابق کوٹا بھی نافذ کرنے کی کوشش کی۔ کانگریس کے اقتدار سے ہٹنے اور جنتا پارٹی کی حکومت بن جانے پر سوشلسٹ لیڈروں کے مطالبے پر بندیشوری پرساد منڈل کی قیادت میں ایک کمیشن کی تشکیل دی گئی جس کا کام ذات پر مبنی رزرویشن پالسی تیار کرنا تھا۔ اسے عام طور پر منڈل کمیشن کہا جاتا ہے۔ اس کی رپورٹ کے مطابق ملک کی آبادی کا 52 فیصد حصہ سماجی اور تعلیمی اعتبار سے پسماندہ ہے کمیشن نے ملازمتوں میں 27 فیصد کوٹا مقرر کرنے کی سفارش کی۔ لیکن یہ اعداد وشمار ناکافی تھے۔

کافی عرصے سے ذات پر مبنی مردم شماری کی مانگ کی جارہی ہے تاکہ مکمل اعداد وشمار دستیاب ہوں ملک کے سماج کی مکمل تصویر سامنے آسکے اور ہر طبقے کو آبادی کے تناسب سے مواقع حاصل ہوسکیں۔ اور صدیوں پر محیط محرومی کا تدارک ہوسکے۔ اس کی حمایت اور مخالفت میں کافی دلیلیں دی جارہی ہیں۔ آج ملک کی سیاست میں دو نظریات کام کر رہے ہیں۔ ایک طرف وہ پارٹیاں جو کسی مخصوص ذات سے متعلق سمجھی جاتی ہیں اور 80 کی دہائی کے بعد ان کو کافی عروج حاصل ہوا۔ ان کی دلیل ہے کہ ہر طبقے تک منصفانہ طور پر وسائل کی فراہمی اور حکومت اور سیاست میں نمائندگی تبھی ممکن ہے جب مکمل اعداد وشمار موجود ہوں۔ ان سیاسی پارٹیوں کے متعدد لیڈران دلت یا پسماندہ سماج سے آتے ہیں ان میں سے اکثر ذات پر مبنی مردم شماری کے حامی ہیں کہ ان کے طبقے کو مناسب حقوق حاصل ہوسکیں۔ بہار وہ پہلی ریاست بنی جس نے نہ صرف ذات پر مبنی مردم شماری کرائی بلکہ اس کے اعداد وشمار بھی جاری کئے ان نتائج کا خیر مقدم کرتے ہوئے راہل گاندھی نے کہا تھا کہ بہار میں ایس سی ایس ٹی اور پسماندہ طبقات کی آبادی 84 فیصد ہے اور حکومت کے 90 سکریٹریز میں سے محض 3 کا ان طبقات سے تعلق ہے۔ ملک کا سماج بے شمار ذاتوں اور برادریوں میں تقسیم ہے لیکن قومی سطح پر ان کے اعداد وشمار دریافت نہیں ہیں کہ آبادی کے تناسب سے ان کی ہر زمرے میں نمائندگی یقینی بنائی جاسکے۔

سماج میں ذات پات اور اس کی بنیاد پر تفریق ایک بنیادی حقیقت ہے۔ آج آزادی کے 77 سال بعد بھی قانونی تحفظات کے ہوتے ہوئے دلت اور پسماندہ طبقہ مناسب نمائندگی سے محروم ہے۔ جس کی مثال کے طور پر حزب اختلاف کے رہنما راہل گاندھی نے وزارت خزانہ کے متعلق ایک تصویر پارلیمنٹ میں لیکر آئے جس میں حسب روایت وزارت خزانہ کے افسروں کے درمیان حلوہ تقسیم کیا جارہا تھا۔ راہل گاندھی کے مطابق اتنے افسران میں ایک بھی افسر دلت یا پسماندہ طبقے سے نہیں تھا۔ انھوں نے ایک معنی خیز جملہ بولا کہ ملک میں دو فیصد لوگ دو فیصد لوگوں کو حلوہ تقسیم کر رہے ہیں۔ یہ تفریق اپنی پوری بدنمائی کے ساتھ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ تازہ مثال مرکزی وزیر انوراگ ٹھاکر کے راہل گاندھی پر ذات کو لیکر کئے گئے تبصرے کی دی جاسکتی ہے۔ یہ تبصرہ انہوں نے پالیمنٹ کے اندر کیا یہ وہی انوراگ ٹھاکر ہیں جو اپنے "گولی مارو" نعرے کے لئے یاد کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس بار ان کو شدید تنقید کا سامنا ہے۔ رزرویشن کے باوجود دلت اور پسماندہ طبقے کے افراد اعلیٰ عہدوں پر برائے نام ہیں۔ یہ بات اب یہ طبقات بھی سمجھنے لگے ہیں۔ اور ان میں ذات شماری کے لئے حمایت بڑتی جارہی ہے۔ این ڈی اے کے اندر سے بھی اب ذات شماری کی حمایت میں آوازیں اٹھنے لگی ہیں۔ مہاراشٹر کے بڑے لیڈر چھگن بھجبل نے بھی حمایت میں بیان دیا ہے۔

ذات شماری کے مخالفین میں حکمراں جماعت اور اس کی کچھ ہمنوا تنظیمیں پیش پیش ہیں۔ بی جے پی نے پچھلی کئی دہائیوں میں لوگوں کو مذہبی بنیاد پر بحیثیت ووٹر پولرائز کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ان میں مذہبی تفاخر کا جذبہ اس شدت سے ابھارا گیا ہے کہ لوگ ذات پات کو پسِ پشت ڈال کر مذہبی بنیاد پر ووٹ بینک بن سکیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ بی جے پی اپنے تجربے سے جانتی ہے کہ جب رام مندر کی تحریک عروج پر تھی تو کس طرح منڈل کمیشن کی رپورٹ نے مذہبی جذبات کو سرد کر دیا تھا۔ اگرچہ شمال میں اونچی ذات کے لوگوں جنہیں 'سورن' کہا جاتا ہے شدید احتجاج کیا تھا بہت سی جانیں تلف ہوئی تھیں۔ کچھ نوجوانوں نے خودکشی بھی کی تھی لیکن باقی ملک میں کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا اور منڈل کمیشن رپورٹ لاگو ہوگئی تھی۔ اب اگر ذات پر مبنی مردم شماری ہوتی ہے اور لوگوں کے سامنے ملک کے وسائل اور عہدوں کی تقسیم اور اور اپنی محرومی کی اصل حقیقت سامنے آتی ہے تو مذہبی جنون کے غبارے کی ہوا نکل جائے گی۔ اور زبردست سیاسی نقصان کا سامنا ہوگا۔ حکمراں جماعت کی اس کمزور نس کو پکڑتے ہوئے حزب اختلاف نے ذات پر مبنی مردم شماری کو اپنا مشن بنالیا ہے۔ راہل گاندھی کا بیان ہے" کہ یہ مردم شماری میری زندگی کا مشن ہے سیاست نہیں جیسے ہی کانگریس پارٹی مرکز میں اقتدار میں آئے گی ہم اسے فوری طور پر انجام دینگے"۔ لگتا ہے حزب اختلاف 'انڈیا' کی کسی ایسے مقبول عام نعرے کی تلاش مکمل ہوئی جو بی جے پی کے مذہبی نعروں کا متبادل ہوسکے۔ لالو یادو اور تیجسوی نے بہار میں یہ کرکے دکھا بھی دیا ہے اب پورے ملک میں اس کی مانگ بڑھتی جارہی ہے۔ اس سے پہلے دلت رہنما مایاوتی بھی بیان دے چکی ہیں کہ ذات پات کی بنیاد پر استحصال کے شکار عوام میں جو بیداری آئی ہے اس نے بی جے پی کی نینداڑا کر رکھ دی ہے۔ اس طرح ذات شماری کی حمایت، مخالفت اور اس کے نام پر سیاست جاری ہے۔

Scanned with CamScanner

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں

ڈاکٹر سراج الدین ندوی

نوجوان ملک وملت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ ہر اجتماعیت اپنے جوانوں پر فخر کرتی ہے۔ یہ عمر عزم، ہمت، حوصلے اور کچھ کر دکھانے کے جذبہ سے سرشار ہوتی ہے۔ نوجوان طوفانوں کا رخ موڑ سکتے ہیں، پہاڑوں کا سینہ چیر کر راستہ بنا سکتے ہیں، آسمانوں پر کمندیں ڈال سکتے ہیں۔ نوجوان اولاد اپنے والدین اور بزرگوں کا سر اونچا رکھ سکتی ہے، خاندان، قوم اور ملک کا نام روشن کرسکتی ہے۔ جو قومیں اپنے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتی ہیں، ان کو میدان کارزار میں ہمیشہ کارپرداز میسر رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جو قومیں اپنے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت سے غافل رہتی ہیں، وہ ہمیشہ اہل افراد کی عدم دستیابی کا رونا روتی ہیں۔ ذلت وپستی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

فرانس کو جب جنگ عظیم دوم میں شکست ہوئی تو اس کے صدر نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ:۔ ’’ہم اس لیے ہارے کہ ہمارا نوجوان کرپٹ ہوگیا ہے۔‘‘ پنڈت جواہر لال نہرو نے جب پنج سالہ یوجنا شروع کیا تو صحافیوں نے ان سے پوچھا:۔ ’’کیا یہ پنج سالہ یوجنائیں ہمارے ملک کی ترقی کے لیے کافی ہیں۔‘‘ انھوں نے اس کے جواب میں کہا تھا:۔ ’’کسی ملک کی ترقی کا انحصار اس کے نوجوانوں کے کردار پر ہوتا ہے۔‘‘

آج ملت اسلامیہ کی پسپائی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہمارا نوجوان بے حس ہوگیا ہے۔ اس کے سامنے کوئی بڑا مقصد نہیں، وہ بھول بھلیوں میں ناک ٹوئیں مار رہا ہے۔ اس کی بہتر تعلیم وتربیت کا کوئی نظم نہیں، گھروں کا ماحول بگڑا ہوا ہے۔ اچھی درسگاہیں مفقود ہیں، جذبہ صادق رکھنے والے اساتذہ کامیاب ہیں۔ نتیجتاً ہر سطح اور ہر محاذ پر باصلاحیت افراد میسر نہیں ہیں۔ نہ اچھے تاریخ داں ہیں نہ جغرافیہ داں، نہ ماہر اساتذہ ہیں نہ محققین، نہ معیاری درسگاہیں ہیں نہ تجربہ گاہیں، نہ مثالی وکلاء ہیں نہ جج، نہ کامیاب تاجر ہیں نہ صنعت کار، نہ ممتاز صحافی ہیں نہ ڈاکٹرس، غرض کہ ہر شعبہ زندگی ہماری بہتر نمائندگی سے محروم ہے۔ اچھے مقامات پر ہمارا اوسط دو تین فیصد ہے۔ اسپتالوں، جیلوں اور پولس چوکیوں پر ہماری اکثریت نظر آتی ہے۔ میں آپ کو یاس وقنوطیت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا صرف آپ کے ضمیر کو جھنجھوڑنا چاہتا ہوں تاکہ آپ نئی نسل کی تربیت کی طرف متوجہ ہوسکیں۔ ہمارے نوجوان جو گلیوں، چوراہوں، سڑکوں پارکوں میں بلاوجہ گھومتے پھرتے ہیں یہ دانش گاہوں اور تعلیم گاہوں میں نظر آنے لگیں۔

دراصل ہم نے نوجوانوں کو اچھا اور کارآمد بنانے پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اسی ملک میں جب ہم برادران وطن کی تنظیم آر ایس ایس کو دیکھتے ہیں تو اس کی سو سالہ محنت کا پھل سب کے سامنے ہے۔ اس کو اپنے مقصد کے افراد ہر جگہ میسر اور دستیاب ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ ملت میں باصلاحیت افراد کی کمی ہے مگر ہمارا رویہ یہ ہوگیا ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کی صرف برائیاں شمار کرتے ہیں، اپنی تحریروں اور تقریروں میں ان برائیوں کا چرچا کرتے ہیں، ان پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں، ان پر لعن طعن کرتے ہیں، لیکن ہم کبھی اس پر غور نہیں کرتے کہ ان نوجوانوں کا استعمال کس طرح کیا جائے۔ یہ نوجوان نسل مسلم محلوں میں ادھر ادھر بھٹکتی ملے گی، خالی میدانوں میں گلی ڈنڈا اور کرکٹ کھیلتی نظر آئے گی، پان، بیڑی، گٹکا کھاتی نظر آئے گی، سٹہ اور جوا کھیلتی ہوئی، موبائل پر فحش اور فضول ویڈیوز میں وقت گزارتی ہوئی اور حیاسوز ویڈیو کلپ بنا کر وائرل کرتی ہوئی نظر آئے گی، اس کے چہرے پر مایوسی اور تکان دور سے ہی دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ اندیشوں میں جی رہی ہے۔ یہ ڈپریشن کا شکار ہے۔ اس کے سامنے نہ راستہ ہے نہ منزل۔

اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ نوجوانوں کو صحیح راستہ اور منزل دکھائی جائے تاکہ ان کو اپنی حیثیت اور اپنے مقام کا شعور پیدا ہوجائے اور ان پر ان کی طاقت وقوت منکشف ہوجائے۔ انہیں یہ احساس ہوجائے کہ انہوں نے اپنی توانا کلائیوں سے باطل کے بڑے بڑے طوفانوں اور سیلابوں کا نہ صرف مقابلہ کیا ہے بلکہ اُن کا رُخ موڑا ہے، اگر ہمارے نوجوانوں کو اپنے اندر پوشیدہ طاقت اور اپنے اندر حقیقی مقصد زندگی کا احساس ہوجائے تو انہیں میں سے کل کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ ابن تیمیہ، امام غزالی، مجدد الف ثانی اور امام رازی رحم اللہ علیہم جیسے مفکرین پیدا ہوسکتے ہیں۔ بعض فسطائی تنظیمیں اپنے نوجوانوں کا استعمال نفرت میں اضافہ کرنے، ایک اقلیت کو ہراساں کرنے اور تخریب کاری کے لیے کررہی ہے، ان حالات میں مسلم نوجوانوں کی ذمہ داری ہے وہ آگے بڑھ کر اہل ملک کو محبت کا پیغام دیں، قوم وملت کے لیے مضبوط دفاعی دیوار بن جائیں اور تعمیری کارناموں سے ملک وملت کا نام روشن کریں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اٹھنے اور برپا ہونے والی اسلامی تحریک کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کی صف اول میں ہمیں نوجوان نظر آتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو چھوڑ کر باقی تمام السابقون الاولون کی عمر تیس سال سے کم تھی۔ حضرت خدیجہ کی عمر اس وقت 55 سال اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عمر اس وقت 37 سال تھی۔ ابتدائی دس سالوں میں ایمان لانے والے بیشتر صحابہ عمر میں ان دونوں سے چھوٹے تھے۔ اسی طرح بعد کے ادوار میں بھی جو تحریکیں اٹھیں ان کی قیادت ورہنمائی اگرچہ ان افراد کے ہاتھوں میں جن کی عمریں چالیس سال یا اس سے زیادہ تھی، مگر ان کا ساتھ دینے والے افراد میں بیشتر نوجوان تھے۔

نوجوانوں نے اسلام کی ترقی میں کتنا اہم رول ادا کیا ہے۔ مکہ کی وادیاں ہوں یا مدینہ کی گلیاں، بدر واحد کے غزوے ہوں یا طائف وحنین کے معرکے، ہر مرحلہ پر نوجوانوں نے اسلام کے لیے اپنی قربانیاں پیش کی ہیں اور اسلام کی عزت وسربلندی کو چار چاند لگائے ہیں!

یہ حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں جن کا شمار قریش کے جیالے نوجوانوں میں ہوتا ہے، نہایت عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہیں، مشہور ہے کہ جس لباس پر مکھی بیٹھ جاتی ہے اسے دوبارہ نہیں پہنتے، جس گلی سے گزر جاتے ہیں وہ گلی معطر ہوجاتی ہے، گھر میں سامان عیش وآرائش کی فراوانی ہے۔ ایک سرمایہ دار گھرانے کا پروردہ یہ نونہال جب اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی عیش وعشرت اس سے چھین لی جاتی ہے، اسے مصیبت وتنگی کی چکی میں پیسا جاتا ہے لیکن اسلام کا یہ عاشق عیش وعشرت پر فقر وفاقہ کو ترجیح دیتا ہے۔ اسلام کے لیے ہر ابتلاوآزمائش کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اللہ کے راستہ میں شہید ہوتا ہے تو اس کے پاس کفن کے لیے کپڑا بھی نہیں۔ استعمال میں آنے والی ایک چھوٹی سی چادر ہے۔ چھوٹی بھی اتنی کہ سر ڈھانپتے ہیں تو پیر کھلے رہ جاتے ہیں، پیر ڈھانپتے ہیں تو سر خالی رہ جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر پیارے نبیؐ اور صحابہ کرامؓ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔

ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عہد رسالت وعہد خلافت راشدہ کے بعد بھی ہر دور میں نوجوانوں نے اسلامی تاریخ میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ محمد بن قاسم اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے کارناموں سے کون ناواقف ہوگا جنھوں 17-18 سال کی عمر میں اسلام دشمن طاقتوں کو نہ صرف زیر کیا بلکہ تاریخ کے صفحات پر فتوحات کے انمٹ نقوش ثبت کیے۔

کاش نوجوانان ملت اپنی تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کریں اور عظمت رفتہ کی بازیابی کے لیے سراپا سعی وجہد بن جائیں۔

روزگار اور ملازمت کی بجائے مہنگائی کا تحفہ

پروفیسر عتیق احمد فاروقی

گزشتہ مہینے یوروپی یونین نے یہ کہتے ہوئے قرض کی شرح میں تخفیف کی تھی کہ اُس نے مہنگائی کو کافی حد تک قابو میں کرلیا ہے۔ ایسا کرنے والا وہ دوسرا خصوصی عالمی نظام تھا کیونکہ اس سے پہلے کناڈا نے بھی شرحوں میں کمی کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اب امریکہ نے بھی متواتر تین ماہ تک مہنگائی کم ہونے کے سبب یہ اشارہ دیا ہے کہ جلد ہی فیڈرل ریزرو سود شرحوں میں تخفیف کرسکتا ہے۔ ظاہر ہے بین الاقوامی سطح پر متعدد ممالک اپنے یہاں شرحوں میں کمی کررہے ہیں جس سے لگتا ہے کہ مہنگائی پر کنٹرول رکھنے میں وہ کامیاب ثابت ہورہے ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ کووڈ وبا، یوکرین جنگ اور پھر اسرائیل-حماس تصادم کے سبب عالمی ترسیل کے سلسلے پر جو منفی اثر پڑا تھا، اُس کو عبور کرنے میں انہیں کامیابی حاصل ہونے لگی ہے، مگر ہندوستان میں حالات سنگین نظر آتے ہیں۔ یہاں پھل، سبزیاں ہی نہیں، خوردنی اشیاء کی قیمتوں میں بھی روز بروز اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ گرمی بڑھنے یا بارش زیادہ ہونے سے پھلوں اور سبزیوں کی قیمتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے کیونکہ انہیں محفوظ رکھنے کا باقاعدہ نظام اپنے ملک میں نہیں کے برابر ہے۔ مگر کیا وجہ ہے کہ گیہوں اور چاول جیسی خوردنی اشیاء کی قیمتیں بھی بڑھ رہی ہیں جبکہ ان کو ایک جگہ جمع کیا جاسکتا ہے اور ہمارے پاس ان کا خاصہ ذخیرہ بھی ہے؟ وہ بھی تب جب ان کی ریکارڈ پیداوار کے دعوے کئے گئے تھے اور ہم نے برآمد پر بھی پابندی عائد کردی تھی؟ ہندوستان میں خصوصاً کھانے پینے کی اشیاء کا نظم کافی کمزور ہے، اور یہ بھی کہ شاید ریکارڈ پیداوار نہیں ہوئی ہے۔ کچھ ماہرین کہتے بھی ہیں کہ پیداوار کے تجزیہ کا موجودہ طریقہ کار غلط ہے جس میں اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔

ابھی مہنگائی کو دو طریقوں سے ناپی جاتی ہے۔ ایک تھوک قیمتوں کی بنیاد پر، اور دوسرے پھٹکر قیمتوں کی بنیاد پر۔ تھوک قیمت بنیادی طور پر صنعتکاروں سے جڑی ہے۔ کسانوں، فیکٹریوں یا صنعتی اکائیوں وغیرہ کی تھوک پیداوار اس میں شامل ہوتی ہیں۔ کووڈ وبا کے بعد ہندوستان میں تھوک قیمت عشاریہ میں کافی اضافہ دِکھ رہا تھا۔ ایک وقت یہ پندرہ فیصد رفتار سے بڑھ رہا تھا۔ مگر اس کے مقابلے صارف قیمت اتنی نہیں بڑھی اور وہ سات آٹھ فیصد پر قائم رہی۔ اِس کے بعد تھوک قیمت کم ہوئی لیکن صارف قیمت پر مشتمل مہنگائی میں بہت گراوٹ نہیں آئی ریزرو بینک کے ذریعہ طے شدہ چار فیصد (دو فیصد اوپر یا نیچے) کے ہدف کے قریب آنے میں بھی اُسے خاصہ وقت لگا۔ آج بھی یہ پانچ فیصد سے زیادہ کی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مہنگائی عام آدمی کو کس طرح پریشان کرتی ہے؟ دراصل، ہر طبقہ کے لئے صارف قیمت عشاریہ کا مطلب الگ الگ ہوتا ہے۔ ایسا اس لئے ہے کیونکہ ہر طبقہ کیلئے خرچ کی فوقیت الگ الگ ہوتی ہے۔ مثلاً غریبوں کے بجٹ میں کھانے پینے کی اشیاء کی حصہ داری چالیس فیصد تک ہوتی ہے جبکہ امیر طبقے میں یہ بمشکل پانچ فیصد ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے جب خوردنی اشیاء کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو غریبوں کی تھالی پر زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اِس کے مقابلے مہنگائی امیروں کی بچت پر چوٹ کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی بچت گھٹا کر ہی مہنگائی سے لڑتے ہیں، وہیں ایک طبقہ تاجروں کا بھی ہے جس کے لئے مہنگائی کاروباری منافع لیکر آتی ہے۔

ایسے میں ضروری ہے کہ مہنگائی پر قابو پانے کے لئے مختلف طریقہ کار اپنائے جائیں۔ اِس سمت میں فوڈ مینجمنٹ یعنی خوردنی انتظام کافی اہم ثابت ہوسکتا ہے۔ گیہوں، چاول جیسی اشیاء کی قیمتیں اس لئے پھل یا سبزیوں کی طرح تیزی سے اوپر نیچے نہیں ہوتیں کیونکہ ان کی سرکاری خرید ہوتی ہے اور ایک طے شدہ مقدار میں ان کو جمع کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں دیگر اشیاء کیلئے بھی یہ حکمت عملی اپنانی چاہیے۔ خصوصاً ٹماٹر، آلو یا پیاز کو کولڈ اسٹوریج میں رکھا جاسکتا ہے۔ باقی سبزیوں یا پھلوں کو پراسسنگ کے ذریعے انہیں محفوظ رکھنے کی حکمت عملی اپنائی جانی چاہیے۔ (بقیہ ص ۱۱ پر)

Scanned with CamScanner

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات

علامہ یوسف القرضاوی

شرک کے شائبوں سے پاک عقیدۂ توحید جب کسی فرد کی زندگی میں آجائے، یا کسی قوم کی اجتماعی زندگی اس عقیدے پر استوار ہوجائے، تو زندگی میں اس کے بہترین ثمرات اور نہایت مفید اثرات سامنے آتے ہیں۔ ان ثمرات واثرات میں سے چند درج کیے جاتے ہیں: عقیدۂ توحید ایک ایسی متوازن شخصیت تشکیل کرتا ہے، جس کا مقصدِ زندگی ایک، طرزِ زندگی متعین اور معبود ایک ہی ہوتا ہے، جس کی طرف وہ خلوت وجلوت میں رجوع کرتا ہے۔ وہ تنگی اور تکلیف میں اسی کو پکارتا ہے۔

انسانی آزادی:۔ شرک اپنی تمام صورتوں اور مظاہر میں انسان کی ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے کہ شرک انسان کو مخلوقات کے سامنے جھکاتا اور ان اشیاء اور انسانوں کی بندگی اس سے کراتا ہے، جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ خود اپنے کسی نفع ونقصان کے بھی مالک نہیں، اور نہ زندگی اور موت ان کے ہاتھ میں ہے، جب کہ توحید دراصل اللہ کی بندگی کے سوا ہر طرح کی بندگی سے انسان کی نجات اور آزادی کا نام ہے۔ توہمات وخرافات سے انسانی دل ودماغ کی آزادی ہے اور انسانی ضمیر کے کسی بھی چیز کے سامنے حقیر وذلیل ہونے سے آزادی ہے۔ وقت کے فرعونوں، خداؤں اور جھوٹے معبودوں کے تسلط سے انسانی زندگی کی آزادی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرک کے علَم برداروں اور جاہلیت کے باغیوں نے ہر دور میں انبیاءؑ کی دعوت کو روکنے کی پوری کوشش کی خاص طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو پھیلنے سے روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ دراصل ان باغیوں اور سرکشوں کو معلوم تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کا مطلب انسان کی آزادی کا اعلان ہے۔ ہر قسم کے جابروں کو ان کی جھوٹی خدائی کے تخت سے گرانے کا اعلان ہے۔ اہل ایمان کے لیے سر اُٹھا کر جینے کا اعلان ہے۔ یہ اعلان کہ ان کی پیشانی اللہ رب العالمین کے سوا کسی شے کے سامنے خم نہیں ہوسکتی۔

متوازن شخصیت کی تشکیل:۔ عقیدۂ توحید ایک ایسی متوازن شخصیت تشکیل کرتا ہے، جس کا قبلہ زندگی ممتاز ہوتا ہے۔ اس کا مقصدِ زندگی ایک ہوتا ہے اور اس کا طرزِ زندگی متعین ہوتا ہے۔ اس کا معبود ایک ہی ہوتا ہے، جس کی طرف وہ خلوت وجلوت میں رجوع کرتا ہے۔ وہ تنگی اور تکلیف میں اسی کو پکارتا ہے۔ وہ چھوٹا بڑا عمل وہی انجام دیتا ہے جو اس معبود واحد کی رضامندی کا باعث ہو۔ اس کے مقابلے میں مشرک کا قبلہ زندگی طرح طرح کے معبودوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس کی زندگی قسم قسم کے معبودوں میں بٹی ہوتی ہے۔ کبھی وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو کبھی بتوں کی طرف لپکتا ہے۔ وہ کبھی اس بت کی بندگی بجالاتا ہے تو کبھی دوسرے بت کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ ایسی ہی کیفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ کے پیغمبر حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا ”تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے“۔ (یوسف ۱۲:۳۹) اللہ تعالیٰ نے بھی ایسی کیفیت کو مثال دے کر سمجھایا ہے ”اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے جس کے مالک ہونے میں بہت سے کج خلق آقا شریک ہیں جو اسے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں، اور دوسرا شخص پورا کا پورا ایک ہی آقا کا غلام ہے۔ کیا اُن دونوں کا حال یکساں ہوسکتا ہے؟“ (الزمر ۳۹:۲۹) مومن کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کا مالک ایک فرد ہو۔ ایسے غلام کو اپنے مالک کی پسند وناپسند اور خوشی وناخوشی کا علم ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ غلام وہی کام کرتا ہے جو اس کے مالک کو خوش کرے اور اس سے اس کو راحت ملے، جب کہ مشرک کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کا مالک ایک فرد نہیں بلکہ کئی افراد اس کے مالک ہوں۔ ایک فرد اس کو مشرق کی طرف روانہ کرتا ہے، جب کہ دوسرا مغرب کی طرف بھیج دیتا ہے۔ ایک اس کو دائیں طرف سے کھینچ رہا ہوتا ہے اور دوسرا اسے بائیں طرف سے کھینچتا ہے۔ یہ مختلف اور متضاد رجحانات اور مقاصد رکھنے والے مالک ہیں اور بے چارہ غلام ان کے درمیان منقسم اور بٹا ہوا ہے۔ وہ ایک جگہ نہ ٹھہر سکتا ہے نہ رُک سکتا ہے۔

اطمینان دل کا سرچشمہ:۔ عقیدۂ توحید اپنے ماننے والے کو دل کا اطمینان اور سکون عطا کرتا ہے۔ عقیدۂ توحید کے حامل فرد کے اوپر وہ خوف اور خدشات حاوی نہیں ہوسکتے جو ایک مشرک کے اوپر قبضہ جمائے رہتے ہیں۔ عقیدۂ توحید ایسے خوف وخدشات کے تمام راستوں کو بند کردیتا ہے، مثلاً رزق کا خوف، موت کا خوف، بیوی بچوں کا خوف، انسانوں اور جنوں سے نقصان پہنچنے کا خوف، موت اور مابعد الموت کا خوف۔ یہ تمام خوف عقیدۂ توحید سے خالی دل کی آماجگاہ ہوتے ہیں بلکہ اس طرح کے دل میں یہ تمام خوف بہترین طریقے سے نشوونما پاتے ہیں، جب کہ عقیدۂ توحید سے لبریز دل میں ان خطرات کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ وہاں صرف ایک رب کی ناراضی کا خوف ہے اور کسی کا نہیں۔ توحید پرست مومن اللہ کے علاوہ کسی شے سے ڈرتا ہے نہ کسی انسان سے۔ یہی وجہ ہے کہ جب لوگ گھبرا جاتے ہیں تو یہ مطمئن نظر آتا ہے۔ لوگ مضطرب اور بے چین ہوں تو یہ پُرسکون دکھائی دیتا ہے۔ دراصل یہ عقیدۂ توحید کا اثر ہے جس نے اس کے دل سے تمام خطرات وخدشات کا خوف نکال دیا ہے۔ جلیل القدر پیغمبر اور جد الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے اپنی قوم کے ساتھ مکالمے میں اسی اطمینان قلبی کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، جب ان کی قوم نے ان کو اپنے بتوں سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے نہایت تعجب خیز انداز میں ان سے پوچھا ”اور آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں، جب کہ تم اللہ کے ساتھ اُن چیزوں کو اُلوہیت میں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کیلئے اُس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے؟ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی واطمینان کا مستحق ہے؟ بتاؤ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو“۔ (الانعام ۶:۸۱)

پھر اللہ تعالیٰ نے خود بھی واضح کیا کہ ان دونوں فریقوں میں سے امن کا حق دار کون سا فریق ہے، لہٰذا فرمایا ”حقیقت میں تو امن اُن ہی کیلئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا“۔ (الانعام ۶:۸۲) دل کا یہ سکون دل کے اندر ہی سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ کسی شیطانی محافظ کی کسی کوشش سے۔ اور یہ تو دنیاوی امن کی بات ہے۔ رہا آخرت کے امن کا معاملہ تو یہ دنیاوی امن سے زیادہ بڑا معاملہ ہے۔ اور یہ اہل ایمان ہی کو حاصل ہوگا کیوں کہ انہوں نے اللہ کی بندگی کو شرک سے آلودہ نہ ہونے دیا بلکہ اس کو خالص رکھا۔ امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ جب آیت (الانعام ۶:۸۲) نازل ہوئی تو ہم نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! ہم میں سے کون ہے جو اپنے اوپر ظلم نہیں کرتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بات اس طرح نہیں ہے جسے تم کہہ رہے ہو۔ کیا تم نے لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت نہیں سنی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے“۔ (لقمان ۳۱:۱۳) لہٰذا واضح ہوا کہ انھوں نے اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرلیا اور اپنے عقیدۂ توحید کو شرک کے شائبوں سے آلودہ نہیں کیا۔

قوت نفس کا سرچشمہ:۔ عقیدۂ توحید اپنے ماننے والے کو بہت بڑی نفسیاتی قوت عطا کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا دل اللہ سے اُمید، اس پر یقین اور توکل، اس کے فیصلوں پر رضامندی، اس کی آزمائشوں پر صبر اور اس کی مخلوقات سے استغنا کی قوت وطاقت سے لبریز رہتا ہے۔ ایسا شخص پہاڑ کی مانند ثابت قدم ہوتا ہے، جس کو حادثاتِ زمانہ ہلا سکتے ہیں نہ حالاتِ زمانہ ڈگمگا سکتے ہیں۔ جب بھی کوئی مصیبت یا سختی اس پر آتی ہے تو وہ مخلوق کی طرف نہیں بھاگتا بلکہ وہ اپنے دل کو اپنے خالق کی طرف یکسو کرلیتا ہے۔ وہ اسی سے مانگتا ہے اور اسی سے مدد لیتا ہے، اسی کے اُوپر اعتماد وانحصار کرتا ہے۔ وہ مصیبت سے نجات اور خیر کے حصول کے لیے اللہ کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتا۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر کسی کے آگے دستِ دُعا نہیں پھیلاتا۔ وہ اُس کے سامنے روتا اور گڑگڑاتا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا اور اسی سے اپنی لو لگاتا ہے۔ اس کا امتیازی نشان بزبانِ رسالتؐ یہ ہوتا ہے: ”تو جب بھی مانگے، اللہ سے مانگ، اور مدد چاہے تو اللہ سے لے“۔

ایسے شخص کی اعتقادی کیفیت کو قرآن مجید نے یوں متعین کرکے بیان کیا ہے ”اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اُس کے سوا کوئی نہیں جو اُس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اُس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے“۔ (یونس ۱۰:۱۰۷)

ایسا ہی موقع تھا جس کو قرآن مجید نے اہل ایمان کی اعتقادی کیفیت کو تقویت دینے کے لیے بیان کیا ہے جب پیغمبر خدا حضرت ہودؑ کی قوم نے بتوں کی کارروائی سے ان کو ڈرایا تو حضرت ہودؑ نے فرمایا، ”میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں اور تم گواہ رہو کہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے اُلوہیت میں شریک ٹھہرا رکھا ہے اس سے مَیں بے زار ہوں۔ تم سب کے سب مل کر میرے خلاف اپنی کرنی میں کسر نہ اُٹھا رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا بھروسا اللہ پر ہے جو میرا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی۔ کوئی جان دار ایسا نہیں جس کی چوٹی اُس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بے شک میرا ربّ سیدھی راہ پر ہے“۔ (ہود ۱۱:۵۴-۵۶)

یہ ایسی طاقتور عقلی دلیل ہے جو ایک مضبوط عقیدۂ توحید کے حامل دل اور مضبوط ترین قوتِ استقامت کے حامل نفس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ ایسا ایمان ہے جو نہ کمزور پڑسکتا ہے نہ دب سکتا ہے اور ایسی روحانی قوت ہے جو کسی کمزوری اور خوف سے ناآشنا ہو۔ اس لیے کہ ایسا دل اور نفس توکل علی اللہ سے مدد لیتا ہے اور جو اللہ پر توکل کرے جان لینا چاہیے کہ اللہ تمام تر طاقت اور حکمت کا مالک ہے ”اگر کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو یقیناً اللہ بڑا زبردست اور دانا ہے“۔ (الانفال ۸:۴۹)

اُخوت ومساوات کی بنیاد:۔ جب عقیدۂ توحید انسان اور اس کے احساس عزت وتکریم کی آزادی کی اساس شمار ہوتا ہے تو یہ عقیدہ انسانی اخوت اور بشری مساوات کی بنیاد بھی بنے گا۔ کیوں کہ انسانوں کے اپنے ہی جیسے انسانوں کو اپنا ربّ بنالینے کی صورت میں انسانی اخوت ومساوات قطعاً پیدا نہیں ہوسکتی۔ انسانوں کے درمیان اخوت ومساوات کی اصل بنیاد یہی عقیدہ ہے کہ وہ سب کے سب ایک اللہ کے بندے ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مکاتیب دنیا کے مختلف بادشاہوں اور سربراہوں کو لکھے غالباً اسی بناء پر ان کا اختتام اس آیت پر ہوتا ہے ”ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا ربّ نہ بنالے“۔ (آل عمران ۳:۶۴)

بقیہ: روزگار اور ملازمت کی بجائے ------- موجودہ حالات میں خوردنی پراسسنگ اور خوردنی جمع کاری کو فروغ دینا کافی ضروری ہے۔ مگر دقت یہ ہے کہ اس میں مناسب مقدار میں سرمایہ کاری نہیں ہورہی ہے۔ سرمایہ کاروں کی تشویش یہ ہے کہ اگر وہ اشیاء جمع کرتے ہیں اور بعد میں جمع کرنے کی حد کم کردی گئی تو انہیں اونے پونے دام پر بیچنے ہوں گے جس سے ان کو نقصان ہوسکتا ہے۔ لہٰذا حکومت کو ایک جامع اور مستقل پالیسی وضع کرنی چاہیے۔ اُسے نہ صرف اِن اشیاء کو خریدنا چاہیے بلکہ کاروباریوں کو یہ بھروسہ بھی دلایا جانا چاہیے کہ قیمتیں زیادہ اوپر نیچے نہیں ہوں گی۔ اس سے کولڈ اسٹوریج کا استعمال کرنے والے لوگوں یا خوردنی پراسسنگ کرنے والی کمپنیوں کو ایک مکمل پیغام ملے گا۔ ویسے بھی مہنگائی میں اضافہ پر حکومت دخل دینے میں دیر نہیں کرتی، مثلاً ٹماٹر اور پیاز کی قیمت بڑھنے پر وہ خود سستے داموں میں ان کو بیچنے لگتی ہے۔ لہٰذا جب ہر سال فوری طور پر یہی پالیسی اپنائی جارہی ہے تو اُسے مستقل جامہ کیوں نہیں پہنادیا جاتا؟ ترقی یافتہ ممالک میں یہ پالیسی کافی کارگر ثابت ہوئی ہے، وہاں خوردنی پراسسنگ کرنے والی کمپنی پیداوار زیادہ ہونے پر اس کے انتظام کی ذمہ داری خود سنبھال لیتی ہیں۔ وہاں بڑی جوت والی کارپوریٹ کمپنیاں بھی کثیر مقدار میں ہیں جو اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ کیسے اِن اشیاء کو جمع کیا جائے، جبکہ ہندوستان میں چھوٹے کسانوں کی تعداد زیادہ ہے جس کے پاس جمع کاری کی مناسب سہولت نہیں ہے۔ اس لئے جو کام بیرونی ممالک میں کمپنیاں کرتی ہیں اُسے ہماری حکومتوں کو کرنا ہوگا۔ فصلوں کی سرکاری خرید کے ساتھ ساتھ اُنہیں جمع بھی کیا جانا چاہیے۔ بیشک اِس کام میں ایڈمنسٹریشن سے متعلق چیلنجز بھی آڑے آئیں گے، لیکن ایسا کرنا ضروری ہے۔ مہنگائی کم کرنے میں ریزروبینک بھی اپنا کردار نبھاسکتا ہے۔ وہ مانگ کو کنٹرول کرکے مہنگائی پر کنٹرول کرسکتا ہے، لیکن جہاں ترسیلی سلسلوں میں گڑبڑی ہے وہاں وہ خالی ہاتھ رہ سکتا ہے۔ ٹیکس وصولی میں بھی اصلاح ضروری ہے اور ہمیں بالواسطہ ٹیکس کو کم کرنا چاہیے۔ ابھی ٹیکس، جی ڈی پی تناسب سترہ فیصد کے قریب ہے جس میں بلاواسطہ ٹیکس کی شراکت داری گیارہ فیصد اور بالواسطہ ٹیکس کی چھ فیصد ہے۔ ایسے میں اگر ہم لگژری اشیاء پر ہی بالواسطہ ٹیکس لگائیں تو غریبوں کو کافی راحت مل سکے گی۔ مطلب واضح ہے کہ مہنگائی کو قابو میں رکھنے میں ریزروبینک کا اُتنا کردار نہیں ہے جتنا حکومت کا ہے۔ عوام عام طور پر حکومت سے یہ امید کرتی ہے کہ وہ روزگار اور ملازمت کے نئے مواقع پیدا کرے گی اور مہنگائی پر کنٹرول کرے گی لیکن صورتحال کچھ ایسی ہوتی جارہی ہے کہ عوام کو ہر سال مہنگائی کے تختہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

Scanned with CamScanner

موجودہ دور میں فتنہ ارتداد کے اسباب اور علاج

ڈاکٹر سراج الدین ندوی

ارتداد کے معنی ہیں ''اس راستے سے پلٹ کر واپس ہوجانا جس راستے سے آدمی آیا ہے۔'' مگر اسلامی تاریخ میں ارتداد کے معنی ''اسلام قبول کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دینا'' ہیں۔ انگریزی میں اسے Apostasy کہتے ہیں۔ کوئی مسلمان اپنے مذہبی عقائد توحید، رسالت، آخرت وغیرہ سے انحراف وانکار کرے اور علانیہ اپنے دین کو ترک کرنے کا اظہار کرے تو وہ مرتد کہلاتا ہے۔ اسلام کے مسلمہ عقائد اور احکام میں سے کسی ایک کا انکار بھی ارتداد ہے۔ مثال کے طور کوئی شخص کہے کہ میں توحید، رسالت کو مانوں گا مگر آخرت کو نہیں مانوں گا یا۔ یا کوئی مسلمان کسی حرام چیز کو بغیر شرعی دلیل کے حلال کرلے یا حلال کو حرام قرار دے۔ ان جملہ صورتوں میں وہ مرتد ہوجائے گا۔ واضح رہے کہ اسلام کے مسلمہ عقائد وفرائض کا انکار ارتداد ہے۔ اس کے برعکس بے عملی اگرچہ گناہ ہے مگر اس پر ارتداد کا حکم صادر نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر کوئی مسلمان نماز نہیں پڑھتا، یا روزے نہیں رکھتا جب اسے توجہ دلائی جاتی ہے تو شرمندہ ہوتا ہے، اپنی کوتاہی کو تسلیم کرتا ہے تو وہ مرتد نہیں ہے بلکہ بے عمل ہے۔ بے عملی اور بدعملی سے توبہ کرنا چاہئے اور ایک مسلمان کو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

اسلامی تاریخ میں ارتداد کا پہلا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد واقع ہوا جب ایک بستی کے لوگوں نے زکاۃ دینے سے انکار کردیا۔ اسی بنا پر خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے لوگ اسلام کی طرف واپس آگئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہایت دانش مندی اور جرات وہمت کے ساتھ ارتداد کا مقابلہ کیا اور اس کا سر کچل دیا، اسی زمانے میں کچھ ضعیف العقیدہ لوگ بھی مرتد ہوئے۔

فتنہ ارتداد کے مشابہ ہی ایک فتنہ اعتزال ہے۔ عباسی دور خلافت میں اس فتنہ نے سر اٹھایا۔ اس فتنہ کو خلیفہ وقت مامون رشید کی حمایت حاصل رہی۔ اس فتنہ کے موجدین کا عقیدہ تھا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ وہ اسی طرح مخلوق ہے جس طرح باقی مخلوقات ہیں ایک بڑی تعداد میں لوگ اس فتنہ کا شکار ہوئے۔ اس فتنہ کی مخالفت کی قیادت حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کی۔ حکومت وقت نے انھیں اذیت ناک سزائیں دیں۔ مامون رشید کے انتقال کے بعد اس فتنہ کا سد باب ہوگیا۔

ہندوستان میں ارتداد کی وبا اکبر کے دور حکومت میں پھیلی۔ اس نے اپنی طرف سے ایک الگ مذہب ''دین الٰہی'' ایجاد کیا۔ جس کا شکار بہت سے حریص اور سادہ لوح مسلمان ہوگئے۔ البتہ علماء حق اور خاص طور پر مجدد الف ثانی کے عزم وہمت کے سامنے اکبر کا خودساختہ دین الٰہی قائم نہ رہ سکا اور معدوم ہوگیا۔ فتنہ ارتداد کی سب سے زیادہ خطرناک مہم ''شدھی کرن'' کی تحریک ہے۔ اس تحریک کا قیام 1923 میں ہوا۔ اس کا مقصد ہندوستان میں مقیم مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندو بنانا تھا۔ اس تحریک کے بانیوں دیانند سرسوتی اور شردھانند کا نظریہ تھا کہ بھارت میں مقیم مسلمان اصلاً ہندو ہیں۔ مسلم سلطنت نے بزور قوت انھیں مسلمان کرلیا تھا۔ لہٰذا اب جب کہ مسلمانوں کی سلطنت ختم ہوگئی ہے انھیں ہندو ہوجانا چاہئے۔ اسی تحریک نے بعد میں راشٹریہ سوئم سنگھ یعنی آر ایس ایس کی شکل اختیار کی اور آج تک شدھی کرن کی یہ تحریک جاری ہے۔ گزشتہ دس سال میں اس میں تیزی آئی ہے۔ موجودہ ارباب اقتدار نے قبول اسلام سے روکنے کے لیے تبدیلی مذہب قانون میں کئی ترامیم کی ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص ہندو ہونا چاہے تو وہ اسے تبدیلی مذہب نہیں تسلیم کرتی بلکہ ''گھر واپسی'' کے خوبصورت نام سے پکارتی ہے۔

ارتداد کی ایک لہر تقسیم ملک کے وقت دیکھنے کو ملی۔ آزادی کے بگل کے ساتھ ہی ملک کی تقسیم کا سانحہ پیش آیا اور فسادات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہوگیا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ ان کی زمینوں اور جائدادوں پر قبضہ کرلیا گیا۔ بہت سے غریبوں، کمزوروں اور بے سہارا مسلمان لالچ، خوف اور جبر واکراہ کی وجہ سے مرتد ہوگئے۔

ارتداد کے اسباب: ارتداد کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت: یہ ارتداد کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ عام طور پر جو لوگ مرتد ہوتے ہیں انھیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ویسی واقفیت نہیں ہوتی جیسی کہ ہونا چاہئے۔ بس وہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے نام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں۔ وہ عقائد کی حقانیت کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے وہ ارتداد کے ایک ہلکے سے جھونکے کو بھی برداشت نہیں کرپاتے۔

ایمان کی کمزوری: یہ وجہ بھی دراصل پہلی وجہ کا نتیجہ ہی ہے۔ کم علمی یا عدم واقفیت ہی کمزور ایمان کا سبب ہے۔ انسان دراصل جلد باز واقع ہوا ہے۔ وہ کسی اجر اور جزا کے لیے آخرت کا انتظار نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے وہ کسی کے جھوٹے دلائل سے بھی مات کھا جاتا ہے اور اپنا ایمان ترک کردیتا ہے۔

غربت: ارتداد کی ایک بڑی وجہ غربت ہے۔ حدیث میں ہے کہ فقروفاقہ انسان کو شرک تک پہنچادیتا ہے۔ مسلمانوں میں غربت کے ازالہ کے لیے کوئی منصوبہ بند تحریک بھی موجود نہیں ہے۔ غریبوں کے لیے کوئی ادارہ نہیں ہے۔ اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے اگر ایمان اور اسلام فروخت کرنا پڑتا ہے تو غریب لوگ بآسانی اسلام کا سودا کردیتے ہیں کردیتے ہیں۔ وطن عزیز میں عیسائیت کے فروغ کی بڑی وجہ غربت ہی ہے۔ جس کا شکار ایک طرف غیرمسلموں کے پسماندہ طبقات ہوئے ہیں تو دوسری طرف غریب مسلمان بھی ان کے جھانسے میں آئے ہیں۔ موجودہ وقت میں یہی کام سنگھی تنظیمیں کررہی ہیں۔

لالچ: ارتداد کی ایک وجہ لالچ ہے۔ ہر انسان آسائش پسند ہے۔ مال کا لالچ یا روزگار کا لالچ یا سرکاری نوکری کا لالچ انسان کو ایمان بیچنے پر آمادہ کردیتا ہے۔

خوف: ظالم اور جابر حکمرانوں کا خوف بھی ارتداد کی ایک وجہ ہے۔ ہر دور میں کچھ کمزور دل لوگوں نے بادشاہوں کے ظلم سے بچنے کے لیے اپنا دین تیاگ دیا ہے۔ موجودہ دور میں بھی حکومت کا خوف مسلمانوں میں ارتداد کا باعث ہے۔

ارتداد کی منظم کوششیں: ملک میں بعض تنظیمیں مسلمانوں کو دین سے پھیرنے کی منصوبہ بند کوششیں کررہی ہیں۔ اس میں خاص طور پر مسلمان لڑکیوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔

اختلاط مردوزن کے مواقع: گمراہی اور ارتداد کی ایک وجہ ملک میں بڑھتی ہوئی بے حیائی اور فحاشی ہے۔ ہر طرف عیاشیوں کو دعوت دینے والے مناظر ومواقع ہیں۔ مخلوط نظام تعلیم ہے۔ دفاتر میں جوان لڑکے لڑکیوں کا ایک ساتھ کام کرنا ہے۔ ان مقامات پر لڑکے لڑکیاں آپس میں تعارف حاصل کرتی ہیں۔ امیر زادے غریب لڑکیوں کو اپنے فریب کا شکار بنالیتے ہیں۔ ان کو اچھی زندگی کا لالچ دے کر جنسی زیادتیاں کرتے ہیں۔ بعد میں بلیک میل کرکے بھی مذہب بدلوا لیتے ہیں۔

مسلمان لڑکوں کی بے روزگاری اور نااہلی: مسلمان لڑکیوں میں ارتداد کی ایک وجہ یہ ہے کہ مسلمان لڑکے ان کے ہم پلہ تعلیم یافتہ نہیں۔ وہ برسر روزگار بھی کم ہیں۔ جب کہ ہندو لڑکے جو مسلم لڑکیوں کے ہم سبق وہم مکتب ہیں وہ تعلیم میں ان سے آگے ہیں اور ان کا مستقبل روشن ہے۔ اس سے متاثر ہوکر مسلمان لڑکیاں مرتد ہوجاتی ہیں۔

مسلم معاشرہ میں خواتین کے حقوق کی پامالی: مسلمان اپنی خواتین کو وہ حقوق نہیں دیتے جو اسلام نے انھیں عطا کیے ہیں۔ آئے دن گالم گلوچ، مارپیٹ، طلاق وغیرہ کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ جہیز کا ناسور بھی مسلم معاشرہ میں پک رہا ہے۔ جب آج کل کی تعلیم یافتہ بچیاں یہ سب دیکھتی ہیں تو انھیں مسلم معاشرہ جہنم محسوس ہوتا ہے اور وہ اسلام سے نفرت کرنے لگتی ہیں۔ اس طرح بآسانی اور برضاد رغبت غیرمذہب قبول کرلیتی ہیں۔

حکومت کی سرپرستی: ایک بڑی وجہ ارتداد کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہونا ہے۔ اگر کوئی مسلم لڑکی یا لڑکا ہندو مذہب اختیار کرتا ہے تو حکومت اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور انھیں ہر طرح کا تحفظ فراہم کرتی ہے، اس صورت حال پر مسلمانوں کی تنظیمیں ان کے رہنما اور علماء وغیرہ فکرمند تو ہیں مگر اس کے تدارک کے ٹھوس اقدامات کا فقدان ہے۔ ایک صدی قبل علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ''ایک مسلمان کا مرتد ہوجانا بھی مسلمانوں کے لیے ہلاکت کبریٰ ہے۔ آنے والے زمانے میں مسلم عورتوں کا ارتداد بہت مہلک ہوگا۔ معاذ اللہ معاذ اللہ'' ظاہر ہے ایک عورت کا ارتداد ایک خاندان کا ارتداد ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کا حل کیا ہے؟

تدارک اور علاج: میری رائے ہے کہ مسلمان گھروں میں خواتین کو اسلامی حقوق دیے جائیں۔ پسند وناپسند کا جو اختیار اللہ اور اس کے رسول نے انھیں دیا ہے وہ انھیں عطا کیا جائے۔ اسلامی تعلیم کے لیے شبینہ و صباحی اسکول قائم کیے جائیں اور اس میں صرف دینی تعلیم کے رسالے اور بہشتی زیور کی تعلیم پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ موجودہ زمانے کے چیلنجز کو سامنے رکھ کر اسلامی تعلیمات پر مبنی نصاب تعلیم ترتیب دیا جائے جس کو پڑھ کر مسلمان خواتین اور مسلمان مردوں کے عقائد مستحکم ہوں، ان کو عقلی طور پر اسلام پر اطمینان حاصل ہو۔ مخلوط نظام تعلیم سے بچانے کے لیے لڑکیوں کے اسکول اور کالج قائم کیے جائیں، مسلمانوں میں غربت کے ازالہ کے لیے نظام زکاۃ کو نبوی نہج پر منظم کیا جائے۔ ہر بستی میں مصلحین کی ایک جماعت بنائی جائے جو مسلمانوں کی معاشرت پر گہری نظر رکھے اور بوقت ضرورت افہام وتفہیم اور تدارک اسباب ارتداد کا کام انجام دے۔ مسلمان لڑکوں کو برسر روزگار کیا جائے۔ ان کی اخلاقی اور دینی تربیت کی جائے انھیں سماج اور ملک کے لیے خیروفلاح کا ضامن بنایا جائے۔ اسی کے ساتھ ملک میں دعوتی کاموں کو منظم کیا جائے تاکہ ان لوگوں کو جہنم میں جانے سے روکا جائے جو خود بھی اس کی جانب دوڑے جارہے ہیں اور دوسروں کو بھی ہنکائے لے جارہے ہیں۔

چالاک اور ہوشیار شخص

شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالاک اور ہوشیار وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس امارہ کو قابو میں رکھا (اور دنیا کی محبت کی طرف نہیں کھینچا) اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے عمل کیے، اور بے وقوف وہ ہے جس نے اپنے آپ کو دنیا کی محبت کی راہ پر ڈال دیا اور خدا سے غلط توقع باندھی (ترمذی)

Scanned with CamScanner

غزوۂ تبوک میں صحابہ کرام کی بے نظیر فیاضی

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ

مدینہ میں صحابہ کرام کو معلوم ہوا کہ ایک قافلہ شام سے آرہا ہے جس میں قیصر کی فوجیں مدینہ پر حملہ کرنے والی ہیں۔ عرب کے عیسائی قبائل لخم، جذام، عاملہ، غسان وغیرہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔ گویا وہ اس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے جو مقام موتہ میں، قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے کرنا مناسب ہے تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔ یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔ مسلمان بے سروسامان تھے سفر دور دراز کا تھا۔ عرب کی مشہور گرمی زوروں پر تھی۔ مدینے میں میوے پک گئے تھے، میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری سامان کے لیے عام چندہ کا اعلان کیا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ 900/اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیئے۔ ان کو "مُجَهِّزُ جَيْشِ الْعُسْرَةِ" کا خطاب ملا، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اثاث البیت نقد وجنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا، پیش کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ لائے اگر چہ وہ قیمت میں کم تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کی سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ آئے تھے، ابوعقیل انصاری رضی اللہ نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کیے اور یہ بھی عرض کی کہ "رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہار لایا تھا۔ دو سیر بیوی بچے کے لیے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال ومتاع کے اوپر بکھیر دو۔ غرض ہر شخص اس موقع پر ایسے ہی خلوص اور فراخ دلی سے کام لیا۔ کچھ اصحاب بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول مشہور منافق نے لوگوں کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمدؐ اور اس کے ساتھی مدینے واپس نہ آسکیں گے۔ قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار کی جمعیت لیکر تبوک کیلئے روانہ ہو گئے۔ مدینہ میں سباع بن عرفطہ کو خلیفہ بنایا اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کے لیے مامور فرمایا۔ لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ 18 شخصوں کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہوں پر پریشانی ہوئی، پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں اونٹوں کو (اگر چہ سواری کے لیے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے ان کی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔ الغرض صبر واستقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے، معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علیؓ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے۔ کوئی کہتا نکما کہہ کر چھوڑ دیا۔ کوئی کہتا ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے شیر اللہ کو غیرت آئی۔ سفر طے کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علی تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسا کہ موسیٰ کے لیے ہارونؑ تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ مرتضی خوش وخرم مدینے کو واپس تشریف لے گئے۔ تبوک پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس حرکت کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا اور اس حملہ آوری کا بہترین موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا زمانہ قرار دیا۔

تبوک میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا۔ جس میں دنیا وآخرت کی کامیابی کا راز بتلایا۔

کعب بن مالک انصاریؓ ان میں سے ایک بزرگ صحابی ہیں اور ان 73 سابقین میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور شعراء خاص میں سے تھے۔ کعب کا بیان ہے کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا ابتلاء محض تھا۔ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ سامان مرتب تھا۔ عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی، اس سفر کے لیے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کیے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے اور مجھے ذرا تردد نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا میں چل پڑوں گا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا، مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا۔ میں نے کہا خیر میں کل جاملوں گا، دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے۔ اب لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اس سے مل سکنا مشکل ہو گیا۔ مجھے صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے جو معذور تھے اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا۔ یہ دیکھ کر میرے تن بدن میں رنج وغم کی آگ لگ گئی۔ یہ دن میرے اسی طرح گزر گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیونکر اللہ کے رسول کے عتاب سے بچاؤ کروں۔ لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتائے مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا: تبسم خشم آمیز تھا میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کعب تم کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تمہارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس تو سب کچھ تھا۔ میرے نفس نے مجھے غافل بنایا۔ کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا اور اب مجھے حرمان وخذلان کے گرداب میں ڈال دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔ بعض لوگوں نے کہا دیکھا! اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا۔ میں نے کہا: "وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا، معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول کے ساتھ ہے۔" میں نے دریافت کیا کہ۔ "جو حکم میرے لیے ہوا ہے کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے۔" لوگوں نے کہا: "ہاں، ہلال بن امیہؓ اور مرارہ بن ربیعؓ کی بھی یہی حالت ہے۔" یہ سن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی۔ دو مرد صالح اور بھی مجھ جیسی حالت میں مبتلا ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے، اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دنوں میں ہلالؓ اور مرارہؓ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے...... بوڑھے بھی تھے، لیکن میں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا مسجد نبوی میں جاتا۔ نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری شکستگی ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز میں نہایت رنج والم مدینہ سے باہر نکلا۔ ابوقتادہؓ میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی۔ سامنے اس کا باغ تھا وہ باغ میں کچھ عمارات بنوا رہا تھا۔ میں اس کے پاس چلا گیا اسے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہ دیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا: "ابوقتادہؓ تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق وشرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے؟ ابوقتادہؓ نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا کہ اللہ اور رسولؐ ہی کو خوب معلوم ہے۔" مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور میں خوب رویا۔ لوگوں نے بتادیا کہ وہ یہی شخص ہے، اس کے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا: "ہم نے سنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے، تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور وجفا کررہے ہیں۔ ہم کو تمہارے درجہ ومنزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے۔ یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے۔ اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آکر دیکھو کہ میں تمہارا اعزاز واکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں۔"

خط پڑھتے ہی کعب بن مالک انصاریؓ نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی۔ اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے؟ اس خیال سے میرا رنج واندوہ چند در چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی آگ میں ڈال دیا اور کہا: "جاؤ، کہہ دینا کہ آپ کی عنایات والتفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر وخوش تر ہے۔ میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا ہے۔ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ: "تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو۔" میں نے پوچھا "کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟" کہا: نہیں، صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہلالؓ اور مرارہؓ کو بھی یہی حکم پہنچا تھا۔ ہلالؓ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ، ہلال کمزور اور ضعیف ہے اور اس کی خدمت کے لئے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اس کی خدمت کرتی رہوں، فرمایا: "ہاں اس کے بستر سے دور رہو۔" عورت نے کہا: "یارسول اللہ! ہلال کا غم ورنج سے ایسا حال ہے کہ اسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا۔"

اب مجھے لوگوں نے کہا تم بھی اتنی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کر دیا کرے، میں نے کہا: "میں تو ایسی جرأت نہیں کرنے کا۔ کیا خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں یا نہ دیں اور میں تو جوان ہوں، اپنا کام خود کر سکتا ہوں۔ مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔" غرضیکہ اسی طرح مصیبت کے پچاس دن گزر گئے۔

ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آواز دی۔ "کعب رضی اللہ عنہ کو مبارک ہو کہ اس کی توبہ قبول ہو گئی۔" یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارک باد کہنے لگے کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔ میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارک باد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت آپ کا چہرہ مبارک خوشی ومسرت سے مہ چہاردہ کی طرح تاباں ودرخشاں ہو رہا تھا اور عادت مبارکہ تھی کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا مجھے فرمایا: "کعبؓ مبارک! اس بہترین دن کے لئے! جب تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن تجھ پر آج تک ایسا مبارک نہیں گزرا۔ آؤ تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرمالیا ہے۔" میں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! اس قبولیت کے شکرانے میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ دیتا ہوں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ میں نے عرض کیا: نصف، فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: ثلث، فرمایا: ہاں، ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔ الحمد للہ کہ اس فتنہ وشر کا جو دشمنوں نے برسوں سے اٹھا رکھا تھا اور جس نے عرب کے تمام قبائل کو بغاوت کی زہر سے آلودہ کر رکھا تھا، خاتمہ ہو گیا۔ ان سب لڑائیوں کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحم دلی کا ظہور اس کثرت سے ہوا کہ دنیا نے جنگ کے شجاعانہ اور مہذب اصول یہیں سے معلوم کیئے۔ (ماخوذ رحمۃ للعالمینؐ)

Scanned with CamScanner

(بقیہ صفحہ اول ....)

سیکشن-3 کے سب کلاز(i) میں متولی کی تعریف میں تبدیلی کی گئی اور اسے سیکشن 50A کا حصہ بنایا گیا ہے۔ متولی کی نئی تعریف کے سارے پہلو منفی ہیں اور اسے وقف ایڈمنسٹریٹر کا پچھ لگوا بنا کر رکھ دیا گیا ہے، جبکہ متولی یا تو واقف خود ہوتا ہے، یا وہ کسی کو نامزد کرتا ہے یا حلقہ کے عام مسلمانوں کے ذریعہ اس کا انتخاب ہوا کرتا ہے، ریاستی وقف بورڈ کے دائرے میں صرف اور صرف متولی اور بنائی گئی کمیٹی کو اپروول دینا تھا، نہ کہ متولی کی تعیین۔

سیکشن-3 کے سب کلاز (iv) میں ''ویلفیئر'' لفظ کے بعد بیوہ، مطلقہ عورتیں، یتامیٰ کو بھی شامل کیا گیا ہے، جن کی تعیین مرکزی حکومت کرے گی، یعنی ویلفیئر کے مطلب میں یہ سب بھی شامل ہوں گے، اوقاف کی آمدنی رفاہ عام کے نام پران پر بھی خرچ کیا جائے گا، اسلام میں بیوہ، مطلقہ عورتیں اور یتامیٰ جن کی دیکھ ریکھ کرنے والا کوئی نہ ہو، اس کی خبر گیری کرنا بڑا کار ثواب ہے، اور ایسے لوگوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، اور اسے کرنا چاہیے، لیکن وقف کی آمدنی سے نہیں، واقف نے اسی کام کے لیے کوئی جائیداد وقف کی ہو تب تو بات دوسری ہے اور شرعی طور پر ان امور میں اس کی آمدنی سے خرچ کیا جائے گا، لیکن اگر واقف نے اپنی جائیداد مسجد، مدرسہ، خانقاہ، عیدگاہ، مزارات وغیرہ کے لیے وقف کیا ہے تو اس کی آمدنی واقف کی منشا کے مطابق ہی خرچ کی جاسکتی ہے اور ان بے سہارا لوگوں پر خرچ کرنے کے لیے دوسری شکل نکالی جائے گی یہ ترمیم دستور کی دفعہ 26 اور 29 کے بھی خلاف ہے اس لیے اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

سیکشن-3 میں 3C کا اضافہ کرکے یہ کہا گیا ہے کہ اگر کلکٹر کسی جائیداد کے بارے میں یہ یقین رکھتا ہے کہ حکومت کی جائیداد ہے، تو وہ رینیو ریکارڈ میں اصلاح کرکے ریاستی حکومت کو باخبر کرے گا۔ پہلے یہ کام سروے کمشنر کے ذریعے ہوتا تھا، اب یہ کام کلکٹر کے حوالہ کر دیا گیا ہے۔ سروے کمشنر بھی حکومت کا ہی آدمی ہوتا ہے، اس لیے یہ ایک غیر ضروری تبدیلی ہے، یہ تبدیلی سرکار اس لیے کرنا چاہتی ہے تاکہ وقف کے سلسلے میں فیصلے کی قوت اور طاقت کا ارتکاز کلکٹر کے پاس آجائے۔

اسی سیکشن میں (4)3C کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ جب کلکٹر فیصلہ کرکے ریاستی حکومت کو باخبر کر دے گا تو رپورٹ کی کاپی کے ساتھ ریاستی حکومت اسے وقف بورڈ کو فراہم کرائے گی، اور وقف بورڈ کلکٹر کے فیصلے کے مطابق اپنے ریکارڈ میں ترمیم کرے گا۔ یہ مذہبی معاملات میں حکومت کی دخل اندازی ہے۔ جو دستور ہند کے دفعہ 25، 26 اور 29 کی کھلی خلاف ورزی ہے

سیکشن-4 میں ترمیم کرکے سروے کرانے کا اختیار کلکٹر کو دے دیا گیا ہے، حالانکہ وقف بورڈ میں سروے کمشنر کا انتظام پہلے سے ہی موجود ہے اسی کو برقرار رکھنا چاہیے۔ کام کی تقسیم سے کام وقت پر ہوتا ہے، جلدی ہوتا ہے، کلکٹر پر پہلے سے ہی کاموں کا بوجھ ہوتا ہے اس لیے عام حالتوں میں سروے کا کام پس پشت چلا جائے گا۔

سیکشن (1)6 میں وقف ٹریبونل کے اختیارات کو سمیٹ کر اس کے فیصلے کی اہمیت کو ختم کر دیا گیا ہے، سیکشن 7 میں ٹریبونل میں اپیل کے لیے جو محدود وقت دیا جاتا تھا اس کے حد کو بھی ختم کر دیا گیا ہے، مطلب صاف ہے کہ جھگڑا لگانے، وقف کی جائیداد کو ہڑپنے کے لیے جب چاہے کوئی اپیل میں جاسکے گا، حالانکہ عدالت تک میں اپیل کی مدت مقرر ہوتی ہے اور اگر مقررہ مدت میں کسی نے اپیل نہیں کیا تو سمجھا جاتا ہے کہ فریق ثانی کو اس معاملے میں کچھ نہیں کہنا ہے اور فیصلہ ہر دو فریق کے لیے قابل قبول ہے۔

سیکشن 20A میں وقف بورڈ کے چیئرمین کو عدم اعتماد کی تحریک لاکر ہٹایا جاسکتا تھا، اس دفعہ کو ختم کر دیا گیا ہے، اس سے چیئرمین میں آمریت آنے کا خطرہ ہے، یوں بھی ایک جمہوری طریقہ کار کو ختم کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا ہے۔

سیکشن (1)23 میں یہ بات تھی کہ بورڈ میں ایک کل وقتی چیف ایگزیکیٹو آفیسر ہوگا، جو مسلمان ہوگا، ریاستی حکومت کے ذریعہ آفیشل گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعہ بحال ہوگا۔ وقف بورڈ دو افراد کا پینل سرکار کو بھیجے گا، جو ڈپٹی سکریٹری رینک کا ہوگا، اس سیکشن میں دو تبدیلی کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ مسلم ہونے کی قید کو ہٹا دیا گیا ہے، نئی ترمیم میں Who Shall be a Muslim کو حذف کر دیا گیا ہے۔ دوسری تبدیلی ڈپٹی سکریٹری کی جگہ ریاستی حکومت میں جوائنٹ سکریٹری کو اس عہدے کا مجاز قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح دو سیڑھی CEO کے عہدے کے لیے آگے کیڈر کو بڑھا دیا گیا ہے۔ حالانکہ جب اوقاف مسلم کاز کے لیے ہیں تو اس کا CEO مسلمان کو ہی ہونا چاہیے۔

سیکشن (1)32 میں واقف کی منشا کے مطابق ہی بورڈ کام کرے گا اور وقف کی کل آمدنی اسلام مذہب کی تعلیمات اور روایات کے مطابق ہی خرچ کی جاسکے گی، اس دفعہ کو سرے سے حذف کر دیا گیا ہے، کیونکہ حکومت اپنی مرضی سے وقف کی جائیداد دوسروں کو منتقل کرنے اور اس کی آمدنی میں خرد برد کا ارادہ رکھتی ہے، اس دفعہ کے حذف ہونے سے وقف کی بنیاد پر ایسی تیشہ زنی کی گئی ہے کہ وقف کی کوئی اہمیت ہی باقی نہیں رہے گی، اس دفعہ میں یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ قانون وضع کرنے والی ایجنسی بھی قانون بنانے سے پہلے اور بعد وقف ایکٹ میں دی گئی تفصیلات کو سامنے رکھ کر ہی قانون بنائے گی، اس کو حذف کر دیا گیا ہے تاکہ مرکزی حکومت اوقاف میں مَنمانی دخل اندازی اور وقف کے مفادات کو متاثر کرنے والے قانون سازی کے لیے دروازہ کھل جائے۔

اسی سیکشن کے کلاز (3) میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ٹریبونل کا فیصلہ آخری ہوگا اس کو حذف کر دیا گیا ہے، تاکہ کلکٹر کو سارے اختیارات تفویض کیے جاسکیں، جبکہ ٹریبونل بھی سرکار ہی بناتی ہے جس میں ایک ریٹائرجج اور دو جوائنٹ سکریٹری رینج کے ارکان ہوتے ہیں، گویا یہ تین نفری بینچ ہے، جو اوقاف سے متعلق تنازعات کو سننے اور فیصلے کا اختیار رکھتا ہے ٹریبونل کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی جاتی رہی ہے، یہ بات سوچ سے باہر ہے کہ سرکار کو اپنے قائم کردہ ٹریبونل پر بھی بھروسہ نہیں ہے۔

سیکشن (4)33 کے تحت ٹریبونل کو پہلے بھی کسی پینڈنگ معاملہ کو ختم کرنے کا اختیار نہیں تھا، یہ کام سب سیکشن 3 کے تحت چیف ایگزیکیٹو افسر کے ذریعے کیا جاتا تھا، اس کو سرے سے مجوزہ ترمیم میں حذف کر دیا گیا ہے۔ اس طرح ٹریبونل کے اختیارات میں تخفیف کر دی گئی ہے، اگر یہ ضروری ہے تو حکومت کو ہندوستان میں ستر سے زائد ٹریبونل کے اختیارات کو بھی کم کرنے کے لیے بل لانا چاہیے۔

سیکشن (4)36 سے ان الفاظ کو حذف کیا گیا ہے جن میں وقف 1995 اور 2013 میں استعمال کی بنیاد پر اسے وقف مان لیا گیا تھا، یہ کام سکشن 3 کے (1) (V) میں ''یا تو زبانی'' کے الفاظ کو حذف کرکے بھی کیا گیا ہے، اس سے قبل کے دفعات میں بھی ''کوئی شخص'' کو ہٹا کر ''کوئی بھی ایسا شخص'' کے الفاظ سے زبانی وقف کو خارج کر دیا گیا ہے، اس کے حذف کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ جو زبانی اوقاف ہیں، اور جن کا استعمال زمانۂ قدیم سے مسجد، مدرسہ وغیرہ کے لیے ہو رہا ہے، اس کی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا اور سرکار اسے غیر موقوفہ مان کر اپنی تحویل میں لے لے گی، یہ کام غیر قانونی طریقے سے سرکار پہلے بھی کرتی رہی ہے، چنانچہ جن مستعمل موقوفہ آراضی کا سروے نہیں ہوا تھا، سب کو سروے کرنے والوں نے غیر مزروعہ عام بہار سرکار کر دیا اور جس کام کے لیے ابھی استعمال ہو رہا ہے اس کو قوسین میں لکھدیا، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس زمین کا فی الوقت کیا مصرف ہے، لیکن اس اندراج کی وجہ سے اسے سرکار اپنی جائیداد ہی مانتی ہے، موقوفہ نہیں۔

سیکشن (7)36 میں جو مجوزہ ترمیم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کو وقف کرنا ہے تو وہ وقف بورڈ کے پاس (سارے کاغذات اور شواہد کے ساتھ کہ وہ زمین اس کی ملکیت ہے) درخواست دے گا کہ اسے رجسٹرڈ کیا جائے، وقف بورڈ کے پاس صرف اس قدر اختیار ہوگا کہ انکوائری وغیرہ کرا کر اس کی قدر و قیمت وغیرہ کی تعیین کرالے اور اسے کلکٹر کے پاس بھیج دے، اگر اس زمین پر وقف کے خلاف کوئی اپیل کرتا ہے، اور متنازعہ بتاتا ہے، تو اس کی سماعت ہوگی اور سیکشن 7(A) کے مطابق اگر رپورٹ میں اس زمین کا کوئی دعویدار ہے، یا وہ حکومت کی پروپرٹی قرار دی گئی ہے، تو کلی یا جزوی طور پر اس کا رجسٹریشن وقف کی حیثیت سے نہیں ہوسکے گا۔ یہ ترمیم دفعہ 29، 26، 25 کے خلاف ہے اور وقف بورڈ کے اختیارات اور واقف کی منشا کو سلب کرنے کے مترادف ہے۔ یہاں سے یہ بات بھی پختہ ہوگئی کہ تمام آراضی جن پر پہلے بہار سرکار سروے میں لکھ دیا گیا ہے، خواہ وہ جس مصرف میں بھی استعمال ہو، وقف نہیں بہار سرکار کی ملکیت ہوگی۔

بل کے جو مندرجات ہیں اس سے وقف علی الاولاد کی بھی گنجائش باقی نہیں رہے گی، والد وقف کے لیے کاغذ داخل کرے گا، اور کوئی فریق حق وراثت کی بنیاد پر عرضی ڈال دے گا۔ اور معاملہ ختم ہو جائے گا، حالانکہ ہندو کوڈ میں باپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی ساری جائیداد بیٹوں کے نام کرکے بیٹیوں کو کلیۃً محروم کر دے، اتراکھنڈ کے یونی فارم سول کوڈ میں بھی اس کی توثیق کی گئی ہے، پھر مسلمانوں کو حکومت کیوں وقف علی الاولاد سے محروم کرنا چاہتی ہے۔

سیکشن (1)47 میں وقف بورڈ کو آڈیٹر کا پینل بنانے اور اسے بحال کرنے کا اختیار تھا، وقف بورڈ کے اس اختیار کو سلب کرکے ریاستی حکومت کے حوالے کر دیا گیا ہے پہلے آمدنی کا ڈیڑھ فیصد اس پر خرچ کیا جاسکتا تھا، جس کی تفصیل وقف ایکٹ سیکشن (1)47 کے تحت درج ہے مجوزہ ترمیم میں اسے سرے سے حذف کر دیا گیا ہے، اس کی وجہ سے کسی بھی آمدنی و خرچ کی جانچ کے لیے مرکزی حکومت ڈائریکٹ آڈٹ کا حکم کسی بھی وقف کے لیے کسی بھی وقت دے سکتی ہے، مرکزی حکومت یہ کام حکومت ہند کے آڈیٹر جنرل یا کسی بھی افسر کے ذریعے کرا سکتی ہے، حکومت ہند اس کے لیے طریقہ کار بھی وضع کر سکتی ہے، اس ترمیم کے مان لینے پر وقف بورڈ مرکزی حکومت کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن کر رہ جائے گا۔ یہ 29، 25.26. دفعہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ یہ اقلیت کے معاملات میں پوری دخل اندازی ہے۔

وقف ایکٹ 1995 کا سیکشن (2)52A، (4)52A سیکشن 61 اسی سیکشن کا 61(1)(F) سبھی کو حذف کرنے کی تجویز ہے۔ یہ وہ دفعات ہیں، جس سے وقف بورڈ کو وسیع اختیارات ہر معاملہ میں مل رہے تھے، بورڈ کے اختیارات کو محدود اور اس کو مفلوج بنانا، ان کو حذف کرنے کا بنیادی مقصد ہے۔

سیکشن 104 میں وقف کرنے کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں تھا، کوئی بھی شخص وقف کے ان مقاصد کے لیے اپنی جائیداد وقف کر سکتا تھا، اس دفعہ کو حذف کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے، اس کی وجہ سے کوئی غیر مسلم اپنی جائیداد مسلم اوقاف کے مقاصد کے لیے نہیں دے سکے گا، مجوزہ ترمیمات میں سیکشن 107، 108 کو بھی حذف کرنا شامل ہے، ان دفعات کا تعلق بھی وقف بورڈ کے اختیارات سے تھا۔

یہ چند مجوزہ ترمیمات کا تجزیاتی مطالعہ ہے، پورے کا نہیں، پورے کا مطالعہ اور ان کی قانونی وضاحت تو قانون داں حضرت ہی کر سکتے ہیں، یہ چند نکات ہیں، جو بادی النظر میں سمجھ میں آئے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے، ضرورت محسوس ہوتی تو اس سلسلے کو مزید آگے بڑھایا جائے گا۔

اعــــلان مفقــود الخبــری

معاملہ نمبر ۶۵/۱۱۴۸/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کربلا ٹینک روڈ، رانچی)

سُعیدہ خاتون بنت شرافت رائے مقام وڈاک خانہ کیسہ تھانہ بیڑو ضلع رانچی۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

سہیل خان عرف ٹنکو ابن ادریس خان مرحوم مقام اسلام پور بھئی ٹولی ڈاک خانہ، تھانہ وضلع سمڈیگا۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی میں عرصہ سات سال سے نان ونفقہ نیز دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کی درخواست داخل کیا ہے۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور تاریخ سماعت ۲۵رصفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۳۱راگست ۲۰۲۴ء روز سنیچر کو خود مع گواہان وثبوت بہ وقت نو بجے دن دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، آپ کو واضح کیا جاتا ہے کہ عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۱۰۷/۱۸۸۶/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ)

رذیلہ بنت بنت عظیم خاں، مقام بلدیہ پوکرا، وارڈ نمبر ۵/ڈاکخانہ بلدیہ، ضلع ارریہ۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد شاہ رخ ولد محمد ابونصر مرحوم، مقام ڈھول بجہ، وارڈ نمبر ۱۳/ڈاکخانہ ڈھول بجہ، ضلع ارریہ۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف عرصہ ۴/سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنا پر دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ میں فسخ نکاح کیے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۲/ستمبر ۲۰۲۴ء مطابق ۸/ربیع الاول ۱۴۴۶ھ روز جمعرات کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب و صحت

گڑ کے حیران کن طبی فوائد

عام طور پر گڑ کا موازنہ چینی کے ساتھ کیا جاتا ہے، کیوں کہ یہ دونوں چیزیں ہی میٹھے ذائقے کی حامل ہوتی ہیں اور بنتی بھی گنے کے رس سے ہیں۔ جنوبی ایشیاء میں گڑ کو زیادہ تر گنے کے رس سے بنایا جاتا ہے جب کہ کچھ ممالک میں اسے کھوپرے، پام کے پانی اور کھجور کے رس سے بھی تیار کیا جاتا ہے۔

جب ہم گڑ کا موازنہ چینی کے ساتھ کرتے ہیں تو ہمیں تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ چینی انسانی صحت کے لئے مضر ہے جب کہ گڑ کے باقاعدہ استعمال سے انسانی جسم پر حیران کن فوائد ظاہر ہوتے ہیں، کیوں کہ گڑ میں بہت سے غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ ان غذائی اجزاء میں نکوٹین، کیروٹین، وٹامن اے، تیزاب، وٹامن بی 1، وٹامن بی 2، آئرن، اور وٹامن سی کے ساتھ ساتھ فاسفورس بھی پایا جاتا ہے۔ چینی بنانے کے عمل میں اس سے کثافتیں تو دور ہو جاتی ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ باریک غذائی اجزاء بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس گڑ بنانے کے عمل میں اس کے کیلشیم اور میگنیشیم جیسے غذائی اجزاء ضائع نہیں ہوتے۔ گڑ کا مزاج گرم اور دوسرے درجے میں خشک ہوتا ہے، جو خاص طور پر سردیوں میں اس کے طبی فوائد کو بڑھا دیتا ہے۔ گڑ سے مندرجہ ذیل طبی فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

موٹاپے سے نجات: طبی ماہرین کے مطابق ہر روز چینی استعمال کرنے سے ذیابیطس جیسے امراض کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس کے برعکس گڑ کے باقاعدہ استعمال سے جسم کو وہ کیلوریز حاصل نہیں ہوتیں جو موٹاپے کا باعث بنتی ہیں۔ جو لوگ اپنے پیٹ پر جمع ہوئی چربی میں کمی لانا چاہتے ہیں یا مجموعی طور پر موٹاپے سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں، اور وہ میٹھے کا استعمال بھی ترک نہیں کرنا چاہتے تو انہیں چاہیئے کہ چینی کی جگہ گڑ استعمال کریں۔

ہاضمے کے نظام میں بہتری: گڑ ہاضمے کے نظام کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرنے سے ہاضمہ کے مختلف مسائل جیسا کہ گیس، ایسیڈیٹی، اور بدہضمی سے نجات ملتی ہے۔ کھانے کے فوراً بعد تھوڑی سی مقدار میں گڑ استعمال کرنے سے یہ مسائل ختم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ گڑ قبض کو ختم کرنے کے لیے بھی نہایت مفید تصور کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو اکثر اوقات قبض کا سامنا رہتا ہے، انہیں گڑ باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔ خالص دیسی گھی کے ساتھ گڑ استعمال کرنے سے ہمارا ہاضمے کا نظام بہتر طریقے سے کام کرنا شروع کرتا ہے جس کی وجہ سے قبض کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ کو بھوک نہیں لگتی یا مختلف اوقات میں بھوک لگنے کے باوجود کھانا کھانے کو دل نہیں کرتا تو گڑ کو روزانہ استعمال کریں۔ دن میں تقریباً تین بار گڑ استعمال کرنے سے آپ آسانی کے ساتھ کھانا کھا سکیں گے اور آپ کی صحت بھی برقرار رہے گی۔

ہڈیوں کی مضبوطی میں اضافہ: گڑ میں کیلشیم وافر مقدار میں پائی جاتی ہے جو ہڈیوں کی صحت کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر جسم کو ہر روز مطلوبہ مقدار میں کیلشیم نہ ملے تو ہڈیوں کے مختلف مسائل جیسا کہ ہڈیوں کا بھربھرا پن لاحق ہو سکتا ہے۔ ہڈیاں اگر مضبوط ہوں گی تو مجموعی صحت پر بھی مفید اثرات ظاہر ہوں گے، کیوں کہ ہڈیاں جسم کی ساخت کی مضبوطی کو برقرار رکھتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ گڑ ہڈیوں کی سوزش کو کم کرتا ہے اور درد میں بھی کمی لاتا ہے۔ ہر روز پانچ ملی گرام گڑ استعمال کرنے سے نہ صرف ہڈیوں کی سوزش میں کمی آئے گی بلکہ جوڑوں کے درد سے بھی نجات ملے گی۔ اس کے علاوہ کھجور میں بھی کیلشیم کی وافر مقدار پائی جاتی ہے جو صحت کے لیے نہایت مفید ہے۔

بواسیر سے چھٹکارا: کچھ افراد کو قبض کی وجہ سے بواسیر کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چوں کہ گڑ قبض کو ختم کرتا ہے اس لیے بواسیر کی علامات میں بھی کمی ہوتی ہے۔ پرانے گڑ کے ساتھ نیم کی پکی نمولی دن میں تین مرتبہ استعمال کرنے سے بواسیر سے نجات ملتی ہے۔ بواسیر کی علامات سے چھٹکارا پانے کے لیے دار چینی، پیپل کے پتے دس گرام، تیز پات اور کالی مرچ تیس تیس گرام، سونٹھ پینتیس گرام، اور ہرڑ کے ایک سو گرام سفوف کو دو سو گرام گڑ کے ساتھ اچھی طرح پیسنے کے بعد گول لڈو بنالیں، کوشش کریں کہ کوئی بھی لڈو پچیس گرام سے زیادہ نہ ہو۔ ایک لڈو صبح شام گرم پانی کے ساتھ استعمال کرنے سے بواسیر سے چھٹکارا ملتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پیٹ کی گیس اور گڑگڑاہٹ میں بھی کمی آتی ہے۔

کھانسی سے نجات: گڑ کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرنے سے پرانی اور موسمی کھانسی کی علامات میں کمی آتی ہے۔ کھانسی کی علامات سے چھٹکارا پانے کے لیے دس گرام سرسوں کے تیل میں دس گرام گڑ شامل کر کے کچھ دنوں تک صبح شام استعمال کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی کے ملیریا بخار کی علامات میں کمی نہ آرہی ہو تو کالا زیرہ اور گڑ کے سفوف کے استعمال سے افاقہ ہوگا۔

درد شقیقہ سے افاقہ: ایسے افراد جنہیں دردِ شقیقہ یا آدھے سر کے درد کی علامات کا سامنا ہو تو ان کے لیے گڑ نہایت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس بیماری کی علامات سے چھٹکارا پانے کے لیے بارہ گرام گڑ کو دس گرام دیسی گھی میں ملا کر چند دن تک استعمال کرنے سے دردِ شقیقہ کم ہو جائے گا۔

خون کی کمی کا خاتمہ: گڑ میں فولاد وافر مقدار میں پایا جاتا ہے جو خون کی کمی کی علامات کو ختم کرنے کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ گڑ خون میں ہیموگلوبن کی مقدار بھی بڑھاتا ہے۔ خون کی کمی کے شکار افراد میں آکسیجن کی کمی واقع ہو جاتی ہے اور انہیں سانس لینے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے استعمال سے سانس کے مسائل سے بھی چھٹکارا پایا جا سکتا ہے۔

گڑ کا طریقہ استعمال: ہر کوئی اپنی سہولت کے مطابق گڑ کو استعمال کر سکتا ہے۔ کچھ لوگ اسے کھانے کے بعد استعمال کرتے ہیں تو بعض افراد چائے میں شامل کر کے استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ گڑ کو جس طریقے سے بھی استعمال کیا جائے، اس سے فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کو کسی بھی طریقے سے باقاعدگی سے استعمال کیا جائے تا کہ اس کی افادیت سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

کانگریس ملک بھر میں چلائے گی عوامی تحریک

کانگریس عوامی ایشوز کو لگاتار پارلیمنٹ میں اور سڑکوں پر اٹھا رہی ہے۔ بے روزگاری، مہنگائی اور مودی حکومت کی عوام مخالف پالیسیوں کو پارٹی کے سرکردہ لیڈران لگاتار ہدف تنقید بھی بنا رہے ہیں۔ اب اس معاملے میں کانگریس نے مزید سرگرمی دکھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ کانگریس صدر ملکارجن کھڑگے کی صدارت میں نئی دہلی میں ہوئی میٹنگ کے بعد کانگریس جنرل سکریٹری جے رام رمیش نے پریس کانفرنس کے دوران میٹنگ میں ہوئے فیصلوں کو سامنے رکھا۔ جس میں ان تین اہم ایشوز کا تذکرہ کیا ہے جس پر عوامی تحریک چلانے کا فیصلہ ہوا ہے۔ وہ تین ایشوز اس طرح ہیں: اڈانی مہا گھوٹالے کی جانچ کے لیے ایک جوائنٹ پارلیمانی کمیٹی (جے پی سی) تشکیل دی جائے، مرکزی حکومت کے ذریعہ ملک گیر سطح پر ذات پر مبنی مردم شماری کرائی جائے۔ ہندوستانی آئین کے تئیں مکمل اور سچے احترام کا جذبہ (خاص طور سے اس کے معاشی، سماجی اور سیاسی انصاف کے التزامات کے ضمن میں) لفظی اور حقیقی طور سے ہونا چاہیے۔

ریزرو بینک آف انڈیا کے ذریعہ کئی بینکوں پر کارروائی

ریزرو بینک آف انڈیا کی بینکوں اور فائنانس کمپنیوں پر گہری نظر ہے اور کسی بھی طرح کے ضابطوں کی خلاف ورزی پر فوراً کارروائی کی جا رہی ہے۔ آر بی آئی نے کچھ اسی طرح کا 'ایکشن' دکھایا جب اس نے ریگولیٹری نارمس کی خلاف ورزی کرنے پر سی ایس بی بینک، یونین بینک آف انڈیا، متھوٹ ہاؤسنگ فائنانس سمیت 5 یونٹس پر بھاری جرمانہ عائد کر دیا۔ جن بینکنگ یونٹ پر کارروائی ہوئی ہے ان میں ہِنڈو ہوم فائنانس لمیٹڈ اور اشوکا وِنیوگ لمیٹڈ بھی شامل ہیں۔

وقف ایکٹ کی مجوزہ ترمیمات ناقابل قبول: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

وقف ایکٹ کی مجوزہ ترمیمات واقف کی منشا کو تبدیل کرنے، اوقاف کی جائیداد کو سرکاری منصوبوں کے مطابق استعمال کرنے، وقف علی الاولاد اور زبانی وقف کردہ اراضی کو سرکاری تحویل میں لینے کی منظم کوشش ہے، ترمیمات جو پیش کی جا رہی ہیں اس کی وجہ سے وقف بورڈ کی حیثیت بھی ختم ہو جائے گی اور وہ کلکٹر کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن کر رہ جائیگا، اسلیے یہ ترمیمات ہمیں قطعاً منظور نہیں، ان خیالات کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے اپنے بیان میں کیا، وہ مظفر پور کے زکریا کالونی کی جامع سجد میں جمعہ سے قبل مسلمانوں کے بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے، انہوں نے کہا کہ سرکار کے ارادے نیک نہیں ہیں، وہ اوقاف کی جائیداد کارپوریٹ گھرانوں کو دینے کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتی ہے، اسکی منشا یہ بھی ہے کہ اوقاف کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے اس کی حیثیت عرفی کو ختم کیا جائے، وقف کونسل اور ریاستی وقف بورڈ میں غیر مسلموں کو نمائندگی دے کر وہ اپنی من مانی کے دروازے کھولنا چاہتی ہے، اس لیے وقف ایکٹ کی مجوزہ ترمیمات ہمارے لیے ناقابل قبول ہیں، سرکار کو چاہیے کہ وہ اس بل کو واپس لے، جوائنٹ پارلیمانی کمیٹی کو بھی ان حالات کے پیش نظر بل کو واپس لینے کا حکومت کو مشورہ دینا چاہیے، مفتی صاحب نے عوام سے اپیل کی کہ وہ آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ اور امارت شرعیہ کی جانب سے جو رہنمائی ہو اس کے مطابق عمل کو تیار رہیں، اور اپنی مساجد قبرستان، خانقاہ، مزارات اور مدارس کی اراضی کا جائزہ لیں کہ کہیں وہ بہار سرکار غیر مزروعہ عام تو ریونو رکارڈ میں درج نہیں ہے، اگر ایسا ہو تو اس کی اصل حقیقت کے مطابق اندراج کرانے کے لیے تگ و دو کرنی چاہیے۔ اسی طرح ہمارے لیے ان اراضی کے تحفظ کا نظم کرنا ممکن ہو سکے گا۔

متھرا شاہی عیدگاہ تنازعہ پر مسلم فریق پہنچا سپریم کورٹ

متھرا شاہی عیدگاہ اور کرشن جنم بھومی تنازعہ سے متعلق گزشتہ دنوں الہ آباد ہائی کورٹ نے جو فیصلہ دیا تھا، اس سے ناراض مسلم فریق نے سپریم کورٹ کا رخ کر لیا ہے۔ یکم اگست کو ہائی کورٹ کے ذریعہ سنائے گئے اس حکم کے خلاف مسلم فریق نے سپریم کورٹ میں عرضی داخل کر دی ہے جس میں ملکیت سے متعلق ہندو فریق کے داخل سول سوٹس (دیوانی مقدمات) کو سماعت کے لائق مانتے ہوئے مسلم فریق کی عرضیوں کو خارج کر دیا تھا۔ مسلم فریق نے الہ آباد ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کو قبول کرنے سے منع کرتے ہوئے سپریم کورٹ میں خصوصی اجازت کی عرضی داخل کی ہے۔

کالج میں حجاب پہننے پر لگی روک ہٹائی گئی

ممبئی کے دو کالجوں میں حجاب، اسٹول اور ٹوپی پہننے پر عائد پابندی عدالت عظمیٰ نے ہٹا دی ہے۔ حالانکہ برقع پہننے پر لگی روک کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی سپریم کورٹ نے اس معاملے میں آئندہ سماعت 18 نومبر کے بعد کرنے کی بات کہی ہے۔ دراصل ممبئی کے این جی آچاریہ اور ڈی کے مراٹھے کالج نے طالبات کے حجاب، اسٹول اور برقع وغیرہ پہننے پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ اس کے خلاف 9 لڑکیوں نے پہلے بامبے ہائی کورٹ کا رخ کیا تھا، لیکن ہائی کورٹ نے اس عرضی کو خارج کر دیا تھا۔ بعد ازاں عرضی دہندگان نے سپریم کورٹ کا رخ کیا، جہاں انھیں برقع پہننے کی اجازت فی الحال نہیں دی گئی ہے، لیکن حجاب اور اسٹول وغیرہ پر لگی پابندی ہٹ گئی ہے۔

Volume:64/74,Issue:31 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

میں ہوں کمزور مگر اتنا بھی کمزور نہیں
ٹوٹ جائیں نہ کہیں توڑنے والے مجھ کو
(نامعلو)

غزہ جنگ ہر مسلمان کے لیے امتحان کی گھڑی ہے؟

عبدالغفار صدیقی

غزہ کی جنگ کو دس ماہ مکمل ہو چکے ہیں۔ مگر اپنے نتیجے سے اتنی ہی دور ہے جتنی سات اکتوبر 2023 کو تھی۔ اس دوران جنگ میں بہت سے نشیب وفراز آئے۔ دو بار جنگ بندی بھی ہوئی، کئی بار جنگ بندی کی امیدیں بھی بندھیں، لیکن جنگ نہ صرف ہنوز جاری ہے بلکہ اس میں مزید تیزی آگئی ہے۔ اسرائیل جنگ کو نہ صرف طول دے رہا ہے بلکہ اس کو مزید ممالک تک پھیلا بھی رہا ہے۔ تہران اور بیروت پر اس کے حملے یہی اشارہ کر رہے ہیں۔ اسماعیل ہنیہ کی شہادت کے بعد پورا عالم اسلام سکتہ میں ہے۔ ان کے لیے یہ لمحہ دس ماہ کے دوران انتہائی تکلیف دہ ہے۔ عظیم مجاہد کی شہادت پر ہر آنکھ پرنم ہے۔ ہر دل مضطرب ہے، ہر لب پر بارگاہ الٰہی میں التجائیں ہیں۔ ”پروردگار اہل غزہ کی شہادتوں کو قبول فرما، ان کی تکلیفیں دور فرما، قبلہ اول کو حقیقی آزادی نصیب فرما۔“ مگر ابھی قدرت کو شاید کچھ اور امتحانات و آزمائش لینا مقصود ہیں۔ یہ اللہ کی سنت ہے۔ ارشاد باری ہے:۔ ”کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ”ہم ایمان لائے“ اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالاں کہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون“ (سورہ عنکبوت آیت ۲۔۳)

یہ امتحان صرف اہل غزہ یا اہل فلسطین کا ہی نہیں بلکہ ہر اس شخص کا ہے جو اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا مدعی ہے۔ جس کے نزدیک اسلام دین برحق ہے اور جس کا یقین ہے کہ اظہار دین ایک فریضہ ہے۔ اس امتحان میں صرف کسی ایک مسلک کے مسلمان شریک نہیں ہیں بلکہ ہر مکتبہ فکر کے مسلمان اس میں خواہی نہ خواہی شریک ہیں۔ جو لوگ میدان جنگ میں ہیں اور اسی سرزمین سے متعلق ہیں جس کی آزادی کے نام پر جنگ کی جا رہی ہے ان کا ہر طرح امتحان ہے۔ ان کی جان اور ان کے مال بھی داؤں پر ہے اور ان کی عزت وآبرو بھی۔ ان کا امتحان یہ بھی ہے کہ کیا وہ برضا ورغبت اور جذبہ شہادت سے مخمور ہو کر اس میں شریک ہیں، یا مال غنیمت اور کشور کشائی ان کے پیش نظر ہے۔ ان میں سے کتنے ہیں جن کے دل میں آرزوئے شہادت کے گل مسکرا رہے ہیں، وہ کون جاں فروش ہیں جن کو ہر اسرائیلی بم دھماکہ کے عقب میں جنت دکھائی دے رہی ہے؟ اور کتنے ایسے ہیں جو اپنی جان ومال کی تحفظ وبقا کی خاطر مجاہدین کی جاسوسی کر رہے ہیں؟ وہ کون لوگ ہیں جن کی زبان پر یہ گلہ ہے کہ ”مزاحمتی تحریکات نے خواہ مخواہ ہمیں ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔“

ایک طرف مسلم حکمران عرصہ امتحان میں ہیں۔ انھیں اللہ نے اسباب آسائش اور آلات جنگ فراہم کیے ہیں۔ وہ چاہیں تو اپنے مظلوم بھائیوں کی حمایت میں آ کر نہ صرف جنگ بند کرا سکتے ہیں بلکہ اسلام اور شعائر اسلام کو آزاد کرا سکتے ہیں۔ ان اسباب کی موجودگی کے باوجود اگر ان کے ماتھے پر کوئی شکن نہیں، اگر ان کی جانب سے ظالموں کو کوئی خوف نہیں تو انھیں اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے۔ مسلم ممالک کی عوام کا بھی امتحان ہے کہ آخر وہ اپنے ظالم حکمرانوں کو خواب غفلت سے کب بیدار کریں گے؟ وہ وقت کب آئے گا جب عوام اپنی اسلامی حمیت کا اظہار کرے گی؟ اگر غزہ کے دو لاکھ مسلمان اپنی جانوں کا نذرانہ دے سکتے ہیں، اگر مجاہدین اپنے خاندان کو شہید کروا سکتے ہیں، تو مسلم ممالک کے عوام اپنی خواب گاہوں سے کیوں نہیں نکل سکتے؟ امتحان ان کا بھی ہے جو ایسے جمہوری ممالک میں رہ رہے ہیں جہاں سیکولر حکومت ہے۔ چاہے وہ مغربی ممالک ہوں یا ایشیائی ممالک۔ اس ضمن میں مغربی ممالک کی عوام نے بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے۔ وہاں نہ صرف مسلمان بلکہ انصاف پسند غیر مسلموں نے عوامی احتجاج میں حصہ لیا ہے۔ سب سے زیادہ تشویشناک صورت حال برصغیر کے ممالک کی ہے۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کی تعداد پوری دنیا میں آباد مسلمانوں سے زیادہ ہے۔ مگر ان ممالک میں موجودہ جنگ کے لیے کوئی قابل ذکر احتجاج نہیں ہوا۔ ابتدا میں پاکستان میں کچھ مظاہرے دیکھنے کو ملے تھے مگر اب وہ بھی ندارد ہیں، وہاں کی غیر مستحکم حکومت خود کو بچانے میں مصروف ہے۔ یہی صورت حال بنگلہ دیش کی ہے۔

یاد رکھیے اللہ ہمارا ممتحن ہے اس کی نظر امتحان حال میں بیٹھے ہر فرد پر ہے۔ وہ دلوں کے وساوس سے باخبر ہے۔ اس لیے ہم میں سے ہر شخص کو اس امتحان میں کامیابی کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ ہر دل میں شہادت کی تمنا انگڑائی لینی چاہئے، ہر شخص کی دعاؤں میں موجودہ جنگ میں مجاہدین کی کامیابی کے لیے گریہ وزاری ہونی چاہئے، جب ہم دسترخوان پر ہوں تو غزہ کے مظلومین جنھیں دس ماہ سے پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں یاد آنے چاہئیں۔ جب ہمارے یہاں خوشی کی تقاریب ہوں تو ہمارے دل اہل غزہ کی یاد میں تڑپ جانے چاہئیں۔ جب ہم نرم گدوں پر آرام فرما ہوں تو اہل غزہ کا کرب ہماری آنکھوں سے نیند کو دور کرنے کے کافی ہونا چاہئے۔

اسرائیل کے ساتھ اہل ایمان کی یہ جنگ صرف فلسطین کی آزادی یا بیت المقدس کی بازیابی کے لیے نہیں ہے، اگر صرف یہی مقصد جنگ ہوتا تو مغرب کو فلسطین کی شکل میں ایک اور مسلم ملک کیوں ناگوار ہوتا۔ دراصل یہ جنگ اسلام اور صلیبی مذاہب کے غلبہ وتسلط اور فریقین کے مستقبل کے بقا کی جنگ ہے۔ یہ جنگ صرف اہل غزہ کی نہیں ہے بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی زندگی اور موت کی جنگ ہے۔ اس جنگ کے نتائج آنے والے سو سال کا منظر نامہ طے کریں گے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ انسانی حقوق کی بات کرنے والے مغربی حکمران غزہ کی نسل کشی پر نہ صرف خاموش ہیں بلکہ اس میں شریک ہیں۔ ان کے اسرائیل سے ایسے کون سے مالی مفادات وابستہ ہیں جو وہ اس کو بچانے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اسرائیل کی حمایت کرنے والے بیشتر ممالک کا مذہب عیسائیت ہے اور عیسائیت و یہودیت میں بھی بعد المشرقین ہے، ماضی میں ان کی آپس میں جنگیں بھی ہو چکی ہیں۔ اس کے باوجود وہ کیوں اسرائیل کا تحفظ کر رہے ہیں؟ مغربی ممالک کے مفادات تو مسلم ممالک سے وابستہ ہیں۔ ان کو عربوں سے سستا تیل فراہم ہوتا ہے، وہ عربوں کی دولت کا استعمال کرتے ہیں، ان کی حفاظت کے نام پر ان کو فوج اور ہتھیار فروخت کرتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ عربوں کو منہ لگانے کے بجائے مختصر سے اسرائیل کے پشت پناہ کیوں ہیں؟ اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ اسرائیل کا وجود اسلامی خلافت کے احیاء میں حائل ہے۔ جب تک اسرائیل قائم و مستحکم ہے خلافت کا احیاء ناممکن ہے اور خلافت کا احیاء مغربی ممالک کے ظالمانہ نظام کی موت ہے جو اس نے سیکولرزم اور نیشنلزم کے نام پر قائم کر رکھا ہے۔

قارئین کے دل میں یہ سوال پیدا ہونا لازمی ہے کہ اگر یہ اسلام کے بقا کی جنگ ہے تو بیشتر اسلامی ممالک اس جنگ میں اہل غزہ کا ساتھ کیوں نہیں دے رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اسلامی ممالک میں کرپٹ حکمران مسلط ہیں۔ انھیں یہ خوف ہے کہ اگر فلسطین میں مجاہدین کامیاب ہو گئے تو عرب بہار یہ دوبارہ سر اٹھائے گی اور تمام شاہی حکومتیں نذر خزاں ہو جائیں گی۔ اسی خوف کی وجہ سے مصر میں جمہوری طور پر منتخب اخوانی حکومت کا تختہ پلٹ دیا گیا۔ سب جانتے ہیں کہ اخوان کی حکومت اسی جمہوری اقدار پر منتخب ہوئی تھی جس کے دعوے دار امریکہ و برطانیہ ہیں اس کے باوجود نہ صرف اسے ختم کر دیا گیا بلکہ آج تک اخوان جیلوں میں بند ہیں۔ اسی خوف کی وجہ سے ترکی میں کئی بار اسلام پسندوں کی واضح فتح کو قبول نہیں کیا گیا اور آج تک اسے غیر مستحکم کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ جب اسلام پسند جماعتیں جمہوری طور پر فتحیاب ہوتی ہیں تو جمہوریت کے علم بردار عوام کے ذریعہ بغاوت کرا دیتے ہیں اور جب وہ عسکری طرز اپناتے ہیں تو انھیں دہشت گرد کہہ کر بدنام کرتے ہیں اور بائکاٹ کرتے ہیں۔ جیسا کہ افغانستان میں ہوا۔ وہی طالبان جب منتخب ہو کر آئے تب بھی حکومت سے بے دخل کر دیے گئے اور جب وہی اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر فتحیاب ہوئے تو ان کو دہشت گرد کہا جا رہا ہے۔ مغرب کی یہ دوہری پالیسی اسلامی نظام کو غالب ہونے سے روکنے کے لیے ہے اور ہمارے مفاد پرست مسلم حکمران اپنی چندروزہ زندگی کی خاطر ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔

غزہ جنگ میں جو ممالک کسی نہ کسی طرح اہل اسلام کے پشت پناہ ہیں ان میں ایران، لبنان اور یمن سرفہرست ہیں۔ قطر اور ترکی کو بھی حامی ممالک کی فہرست میں جگہ دی جا سکتی ہے۔ یورپ کی پوری کوشش ہے کہ وہ ایران کے بارے میں سنی مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرے۔ اسماعیل ہنیہ کی شہادت کے بعد سوشل میڈیا پر جس طرح ایران کو ٹرول کیا گیا وہ اس کا بین ثبوت ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ایران میں ایک گروہ ایسا ہے جس کے اثرات ایوان اقتدار تک ہیں وہ اس جنگ میں منافقت کا کردار نبھا رہا ہے۔ ان ہی منافقوں کی وجہ سے ہنیہ کی شہادت ہوئی ہے۔ لیکن ایران نے جس طرح اپنے ملک کی سالمیت وبقا کو داؤں پر لگایا ہے اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ وہ اس جنگ میں غزہ کے ساتھ ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے اپنے بھی کچھ ذاتی مفادات ہوں۔ لیکن اگر کوئی ملک اپنے ذاتی مفادات کی خاطر بھی اہل غزہ کی حمایت کر رہا ہے اور اس کی بنا پر خود کو مغربی ممالک کے نشانے پر رکھ رہا ہے تو اس کی قدر کی جانی چاہیے، جس طرح چین اور روس مشرق وسطی سے امریکی تسلط کو ختم کرنے اور اپنی نوآبادیات قائم کرنے کے لیے ایران کے دروازے سے امداد ومعاونت کر رہے ہیں۔

اس امتحان میں ہماری کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ہم جنگ کو کسی مسلک کی عینک سے نہ دیکھیں، بلکہ اہل فلسطین کی قربانیوں کی قدر کریں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جنگ کب ختم ہوگی اور اس کا کیا انجام ہوگا۔ مگر ہم میں سے ہر شخص کی یہ تمنا ضرور رہنا چاہیے کہ اس جنگ میں اسلام کا بول بالا ہو اور اس امر کے امکانات تلاش کرنے چاہئیں کہ ہم کس طرح اہل غزہ کی مدد کریں۔ ہندوستان ان ممالک میں ہے جو مسئلہ فلسطین کے دو ریاستی حل کے قائل ہیں، موجودہ جنگ میں ایک سے زائد بار بھارتی حکومت نے اہل غزہ کے لیے ووٹ کیا ہے اور جنگ بندی کے لیے خود کو پیش کیا ہے۔ ہمیں اپنی حکومت کا شکرگزار ہونا چاہئے اور ملکی قوانین کے تحت اہل فلسطین کے حق آزادی کے لیے آواز اٹھانا چاہیے۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیے گئے کیو آر کوڈ اسکین کر کے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیے گئے موبائل نمبر پر خبر کر دیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔
WEEK ENDING-19/08/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ-/8 روپے | ششماہی-/250 روپے | سالانہ -/400 روپے
BHIM UPI
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421 9304022690

Scanned with CamScanner